

جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور کا ترجمان

نوائے خادم

یکم ربیع الثانی تا جمادی الثانی ۱۴۴۶ ہجری 2024ء

زیر سرپرستی

ولی کامل، استاذ العلماء والصلحاء

شیخ التفسیر والحدیث

حضرت مولانا ابو عبید خادم حسین شجاع آبادی صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ ہذا

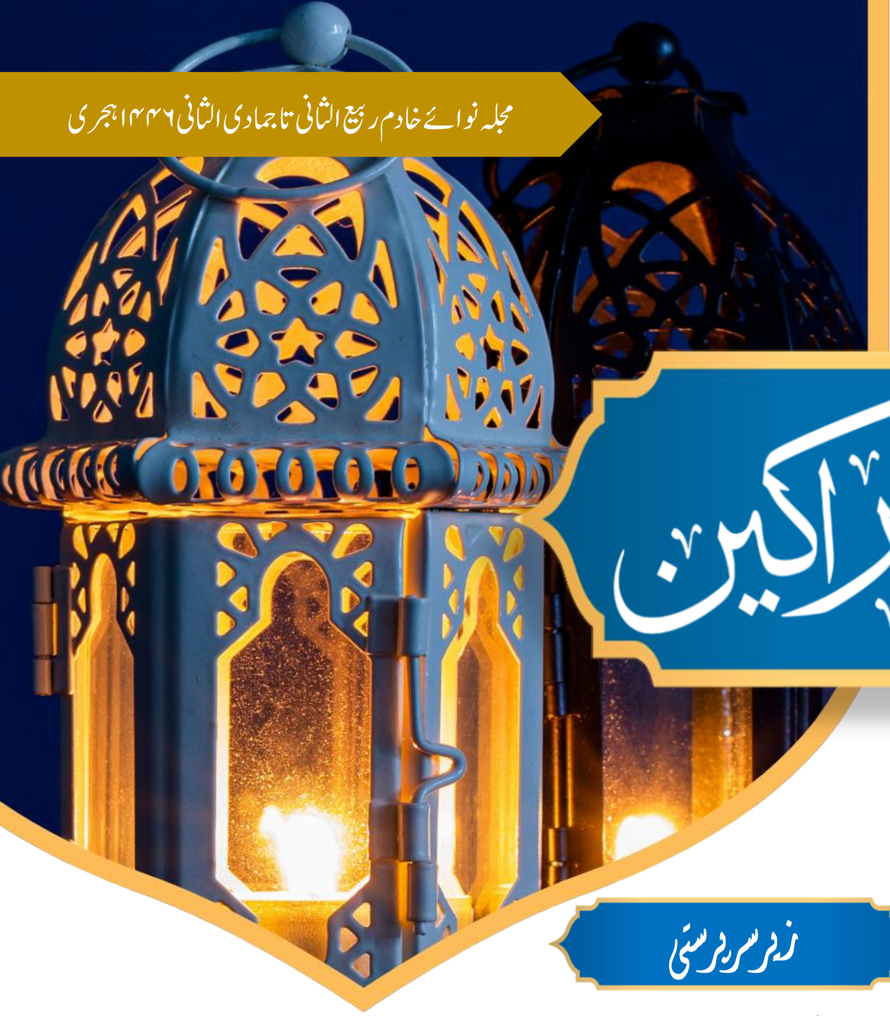


شائع کردہ

جمعیت طلباء عثمانیہ

jamiausmania01@blogspot.com

nawaekhadim@gmail.com



نوائے خادمِ اراکین

فہرست مضامین

33 امام ابو حنیفہؒ کی امام ابو یوسفؒ کو نصیحت
مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی صاحب



اداریہ

محمد داؤد الرحمن علی (مدیر مجلہ نوائے خادم)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی آخری کتاب ہے۔ قرآن مجید اللہ رب العالمین کا وہ کلام جو سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ خاتم النّبیین، سیّد المرسلین حضرت محمد مصطفی ﷺ کے قلب اطہر پر تیئس سال کے طویل عرصہ میں بتدریج مختلف مقامات واحوال میں متنوع ضرورت وحکمت کے تحت اصلاً بنی نوع انسان اور تبعاً جن کی ہدایت اور آخرت کی فلاح ونجات کے لیے خالص عربی زبان میں نازل فرمایا گیا۔

امام غزالیؒ اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں قرآن مجید کی عظمت کو بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

پس جس طرح انسان کا جسم اس کی روح کے لیے لباس ومکان ہے اور روح کی تعظیم وتکریم کی وجہ سے جسد خاکی بھی قابل تعظیم ہو گیا، اسی طرح قرآنی حروف وآواز کی تعظیم بھی اس لیے واجب ہے کہ کلام الٰہی کا نور اور حروف تجلی گاہ ہے۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''واللہ خدا نے اپنے کلام میں تجلی فرمائی ہے جو مخلوق کے درمیان ہے لیکن لوگ اس کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ (احیاء: ۱/۳۳۹)

قرآن کریم فرقان حمید ایک ایسی کتاب ہے جس کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا، جو اس پر عمل کرے گا کامیاب ہو گا اور جو اس کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا وہ رسوا ہو گا۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم ایسی شفاعت کرنے والا ہے، جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑا کرنے والا ہے کہ اس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا، جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے یعنی اس پر عمل کرے اس کو یہ جنت میں پہنچا دیتا ہے، اور جو اس کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دے یعنی اس پر عمل نہ کرے اس کو یہ جہنم میں گرا دیتا ہے۔ (صحیح ابن حبان)

دنیا کی کتابوں کو آپ جتنا پڑھیں، جتنا یاد کریں، جتنی تکرار کریں لیکن اس کے پڑھنے کا کوئی اجر وثواب نہیں لیکن قرآن کریم ایک ایسی لاریب کتاب ہے جس کے پڑھنے پر بلکہ ہر حرف پر نیکیاں ملتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے؛ بلکہ الف (ا) ایک حرف ہے، لام (ل) ایک حرف ہے، میم (م) ایک حرف ہے۔ (ترمذی)

حدیث مبارکہ میں واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا گا کہ قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے بہترین لوگ ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم میں بہتر شخص وہ ہے جو قرآن پاک خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔(بخاری ومسلم، التبیان)

دنیا کی ہر چیز بے وفا ہے، جیسے ہی روح نکلی سب نے بے وفائی کرنی ہے، کوئی قبر میں ہمارے ساتھ جانے کو تیار نہ ہو گا لیکن قرآن کریم ہمیں قبر میں بھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ قرآن کریم کہے گا کہ تو نے مجھے دنیا میں نہیں چھوڑا تھا میں تمہیں قبر میں کیسے تنہا چھوڑ سکتا ہوں۔

دنیا کی ہر چیز بے وفا

صرف قرآن ہمارا باوفا

اگر کامیابی چاہنی ہے، اگر کامیاب ہونا ہے تو قرآن کو اپنانا ہو گا، قرآن والوں سے محبت کرنی ہو گی، قرآن کی محافل سجانی ہو نگی، قرآن کی تلاوت کرنا ہو گی، جس دن ہم نے قرآن کو اپنا آئین مان کر عمل کیا اس دن ہمارا راج ہو گا۔ ان شاء اللہ





درس قرآن

مولانا محمد خادم حسین صاحب دامت برکاتہم

صراطِ مستقیم کے دو مصداق ہیں:

اوّل عبادت واستعانت جیسا کہ دوسری جگہ ہے:

ان اللّٰہ ربی وربکم فاعبدوہ ھٰذا صراطٌ مُّستقیم۔ (آل عمران: ۵۱)

الم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لّا تعبدوا الشیطٰن انہٗ لکم عدوٌّ مبین O وان اعبدونی ھٰذا صراطٌ مستقیم O (یٰسٓ: ۶۱)

دوم راہِ حق جو کہ اعتقادات، عبادات، معاملات، معاشرات، اخلاقیات سب کو شامل ہے جیسا کہ سورۃ انعام میں ''قل تعالوا اَتْلُ ماحرم'' والے رکوع میں ان سب کو بیان فرما کر آخر میں فرمایا:

اِنَّ ھٰذا صراطی مستقیمًا فاتّبعوہُ... (الانعام:۱۵۳)

ہدایت دو قسم پر ہے۔ فطری اور کسبی!!

فطری پیدائشی طور پر ہر ایک ذی روح کو حاصل ہوتی ہے۔ ''واعطٰی کلَّ شیئٍ خلقہٗ ثم ہدٰی'' (طٰہٰ:۵۰) ''والذی قدَّرَ فہدٰی'' (الاعلیٰ) اسی واسطے بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کا پستان چوسنے لگتا ہے، مرغی کا چوزہ بغیر سکھائے دانے چگنے لگتا ہے۔

کسبی چار قسم ہے، ترتیب کے ساتھ۔

(۱)انابت: "ویهدی الیه من اناب" (رعد:) "ویهدی الیه من ینیب" (الشوریٰ: ۱۳)

(۲)ہدایت: یہ انابت کے بعد حاصل ہوتی ہے، گذشتہ آیات میں مذکور ہے۔

(۳)استقامت: "ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا" (حٰمٓ السجدہ:)

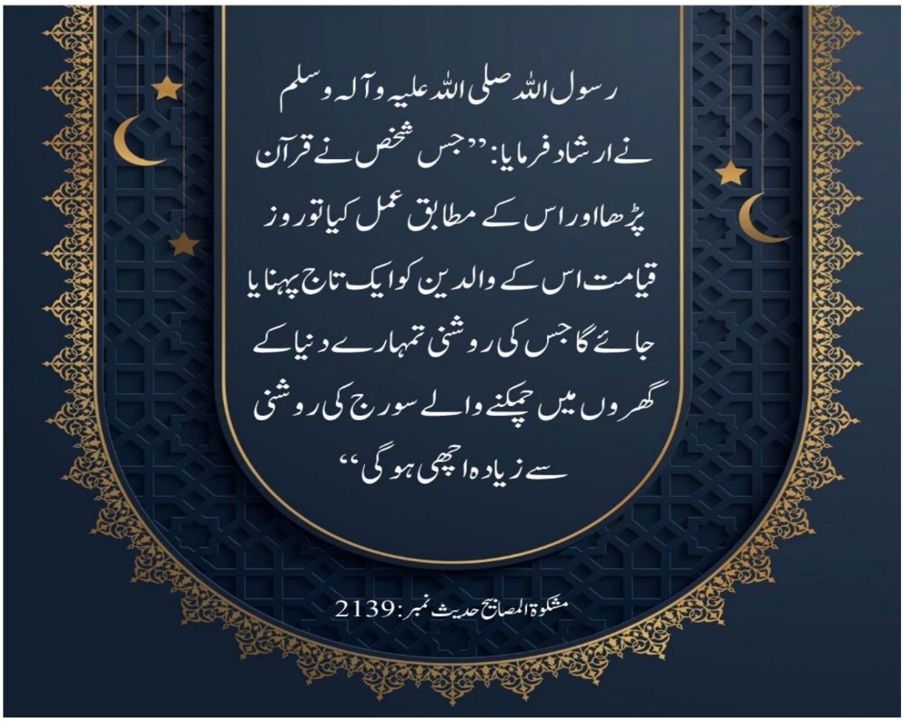
(۴)ربط القلب: "وزدنٰھم ھدًی وربطنا علٰی قلوبھم اذ قاموا فقالوا ربنا" (الکھف: ۱۴)

ضلالت بھی چار قسم ہے:

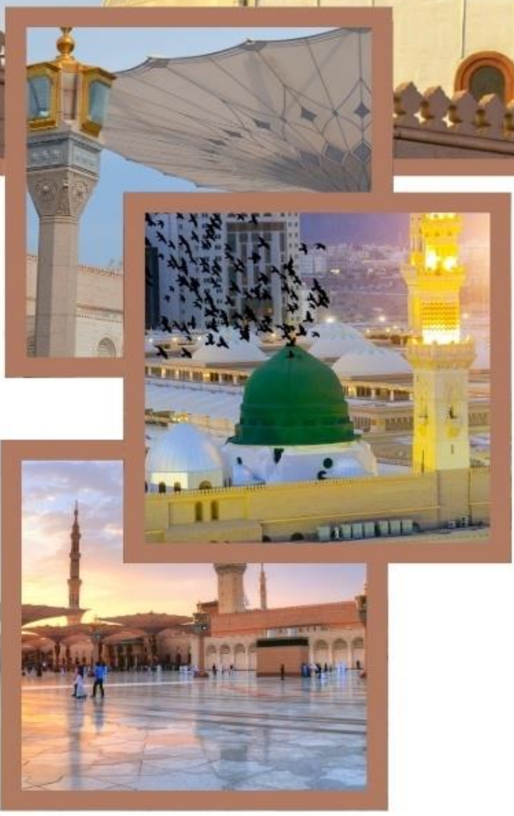
ریب۔ توحید و حق میں شبہات کا پڑنا (۲) ضلالت۔ شبہات کو دور نہ کیا جائے بلکہ پختہ ہو جائیں اور باطل راستے پر چل پڑے (۳) جدال۔ انہی باطل نظریات کو ثابت کرنے کیلئے اہلِ حق سے جھگڑا شروع کر دے۔(۴) ختم القلب۔ یعنی مہر جباریت، حق کے مدلل ثابت ہونے کے باوجود اُسے نہیں مانتا بلکہ اُس کے خلاف جدال شروع کر دیتا ہے اور باطل پر ڈٹ جاتا ہے تو مہر جباریت لگ جاتی ہے، دل بند ہو جاتا ہے اُس کے اندر کفر شرک اور نفاق جو بھرا ہے وہ باہر نہیں آتا اور ایمان ویقین اُس کے اندر نہیں جاتا۔ یہ چاروں چیزیں

"ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات فما زلتم فی شک ... علٰی کل قلب متکبرٍ جبّارٍ" (مومن: ۳۴،۳۵)

تک دو آیتوں میں موجود ہیں۔







درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم

عشرہ مبشرہ کے نام:۔

وہ صحابہ جن کو آپ ﷺ نے ایک مجلس میں جنت کی خوشخبری دی یہ ہیں۔

چاروں خلفاءؓ، سعدؓ، زبیر، عبدالرحمن بن عوفؓ، طلحہ بن عبداللہؓ، ابوعبیدہؓ اور سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین... یہ دس صحابہ عشرہ مبشرہ ہیں۔

کاتبینِ وحی کے نام:۔

چاروں خلفاءؓ، عامر بن فہیرہؓ، عبداللہ بن ارقمؓ، اُبی بن کعبؓ، ثابت بن قیسؓ، خالد بن سعیدؓ، زبیر، حنظلہ بن ربیعؓ، زید بن ثابتؓ، امیر معاویہؓ، شرحبیل بن حسنہؓ، خالد بن ولیدؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، عمرو بن العاصؓ۔ (زاد المعاد)

خدامِ خاص کے نام:۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت بلالؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ربیعہ بن کعب سلمیؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت نجاشی کے بھتیجے یابھانجے حضرت ذو مخمرؓ، حضرت بُکَیرِ بن شداخ لیثیؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت حارثہ کی دولڑکیاں ھند اور اسماء رضی اللہ عنہم و عن کل الصحابۃ اجمعین۔

اصحابِ شرطہ کے نام:۔

علی بن ابی طالبؓ، زبیر بن العوامؓ، مقداد بن اسودؓ، محمد بن مسلمہؓ، عاصم بن ثابتؓ، ضحاک بن سفیانؓ، قیس بن سعدؓ، مغیرہ بن شعبۃؓ۔(زادالمعاد۔ ۱/۷۵)

امور خانہ داری کے منتظم کے نام:۔

حضرت بلالؓ گھر والوں کے خورد نوش کے منتظم تھے۔

حضرت مُعَیقِیبؓ آپ کی مہر والی انگوٹھی کے نگران تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسواک و نعل مبارک کی خدمات سرانجام دیتے تھے۔

حضرت رباح الاسودؓ، حضرت اَنیسہؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ بھی مختلف خدمات سرانجام دیتے تھے۔

حمد باری تعالیٰ

ایم راقم نقشبندی

حالِ دل ہم بھی سنائیں یا الہی آپ کو
دردِ دل اپنا بتائیں یا الہی آپ کو
معصیت نے گھیر رکھا ہے الہی دیکھیے
ہے تمنا اب جو پائیں یا الہی آپ کو
نفس کی تقلید کرتے ہی رہے ہم ہر گھڑی
دل سے اب ہم بھی منائیں یا الہی آپ کو
جب کبھی ہم پر مسلط ہوں گے یارو رنج و غم
اس گھڑی ہم تو بلائیں یا الہی آپ کو
غیر کے در پر اے راقم زخمِ دل دھوتے رہے
زخمِ دل اب ہم دکھائیں یا الہی آپ کو



نعت رسول ﷺ

ان کی مدحت کر رہا ہے ذرہ ذرہ کارواں
شان ان کی واہ وا ہے رفعتوں کا آسماں
تو نہ ہوتا کچھ نہ ہوتا یہ خدا نے کہہ دیا
تیری خاطر ہی سجائے میں نے یہ دونوں جہاں
ذکر رب کا آئے جب بھی ساتھ تیرا ذکر ہو
ہر گھڑی ہر پل خدا کی گونجتی ہے یہ اذاں
سب رسل تھے مقتدی اور تو بنا ہے مقتدیٰ
سب رسل کے سامنے تھا مرتبہ تیرا عیاں
ان سے راضی ہے خدا خود تم کو اس سے کیا گلہ
دیکھ لو قرآن میں رب کی رضا کا ہے بیاں
بے بہا راقم پہ آقا آپ کے احسان ہیں
سب سے بڑھ کر یہ ہوا وہ آپ کا ہے نعت خواں

ایم راقم نقشبندی



حضرت عبد اللہ بن حذامہ رضؓ

مولانا محمد اکرم عثمانی

نام ونسب:۔

آپؓ کا نام "عبد اللہ" آپؓ کے والد کا نام "حذافہ" ہے۔ آپؓ کی والدہ کا نام "تمیمہ بنت حرثان" ہے۔ جو کہ خاندان "بنی حارث بن عبد مناۃ" سے تھے۔ (اسد الغابہ اردو، ج۵، ص۲۲۶ / الاصابۃ اردو، ج۳، ص۳۳۱)

قبول اسلام:۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ "السابقون الاوّلین" میں تھے۔ اسلام کے بلکل ابتدائی دور میں دین حق پر لبیک کہتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (اصحاب الرسول ﷺ، ص۴۶۲)

ہجرت:۔

نوبت کے پانچویں سال جب مشرکین کی ایذا رسانیاں عروج پر تھیں تب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ حکم پا کر جن اصحاب الرسول ﷺ نے ملکِ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی ان میں حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ بھی شامل تھے۔

نبوت کے تیرہویں سال جب آپ ﷺ کو ہجرت مدینہ کا حکم ہوا اور آپ ﷺ ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ تشریف لائے تو ملکِ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے لوگ آہستہ آہستہ مدینہ منتقل ہونے لگے۔ اس وقت حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ بھی ملکِ حبشہ سے مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔(اصحاب الرسول ﷺ، ص ۴۶۲)

کسریٰ کے دربار میں:۔

۶ھ میں نبی کریم ﷺ نے "صلح حدیبیہ" کے بعد مختلف بادشاہوں کو خط کے ذریعے دین اسلام کی دعوت دینے کا فیصلہ فرمایا۔ اس وقت کے بادشاہ اپنی بادشاہت کی مستی میں مست ہو چکے تھے، جسے چاہتے نوازشات کر دیتے اور جسے چاہتے اس کا سر قلم کر دیتے۔ آپ ﷺ کا نامہ مبارک لیکر ایک سفر پر جاتے ہوئے "حضرت حارث بن عمیر الازدیؓ" کو ملک شام میں "بلقاء" کے مقام پر "شرحبیل الغسانی" نے بے دردی سے شہید بھی کیا اور "غزوہ موتہ" بھی ہوا۔(اصحاب الرسول ﷺ، ص ۴۶۶)

ایک دن نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لوگو! میں تمہیں مختلف بادشاہوں کے دربار میں بھیجنا چاہتا ہوں۔" اس پر تمام اصحاب الرسول ﷺ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ ہمیں جہاں بھیجنا چاہیں ہم تیار ہیں۔"

اس پر آپ ﷺ نے چھ افراد کو منتخب فرمایا جو آپ ﷺ کا خط مختلف بادشاہوں کو پہنچائیں۔ ان چھ افراد میں حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ بھی شامل تھے۔(اصحاب الرسول ﷺ، ص ۴۶۶)

نبی کریم ﷺ کی جانب سے حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کو سلطنتِ فارس کے بادشاہ کسریٰ خسرو پرویز تک آپ ﷺ کا مکتوب پہنچانے کی ذمہ داری عطا کی گئی۔

حکم نبوی ﷺ کو پا کر حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ سلطنتِ فارس کے دار الحکومت "مدائن" (جو کہ آج کے بغداد کے قریب تھا، اس کے آثار آج بھی باقی ہیں۔) کی طرف روانہ ہوئے۔(اصحاب الرسول ﷺ، ص ۴۶۶)

حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ طویل سفر کر کے بادشاہ کی دربار میں پہنچے اور اپنی آمد کا مقصد بتایا اور دعوت توحید دی اور نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک بادشاہ کے حوالہ کیا۔

مترجم کو طلب کیا گیا اس نے جیسے سنا کہ میرا نام "اللہ" "محمد رسول اللہ ﷺ" کے بعد لکھا گیا ہے تو غضبناک ہوا، تو اس نے نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک لیکر پرزے پرزے کر دیا اور نبی کریم ﷺ کے قاصد حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کو دھکے دیکر دربار سے نکالنے کا حکم دیا۔(اصحاب الرسول ﷺ، ص۴۶۸)

حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ اپنی جان بچا کر اور اس کی فوج سے بچتے بچاتے نکلے اور مدینہ منورہ میں آکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کرے اس کی بادشاہت بھی پرزے پرزے ہو جائے۔"(اصحاب الرسول ﷺ، ص۴۷۰)

جب بادشاہ کو احساس ہوا کہ قاصد کو ایسے کیسے چھوڑ دیا اور تلاش کے بعد نہ ملے تو غصہ کی آگ مزید بھڑک اٹھی، بادشاہ نے یمن کے بادشاہ "باذان" کو حکم دیا کہ نبی کریم ﷺ کو گرفتار کر کے میرے روبرو پیش کیا جائے۔(اصحاب الرسول ﷺ، ص۴۷۰)

حکم پاتے ہی باذان کے کارندے مدینہ منورہ آئے اور آپ ﷺ سے ملاقات کی اور حکمنامہ سنانا۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ ابھی آرام گاہ کی طرف جاؤ، صبح بات کرینگے۔

صبح جب وہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"صبح کے بعد تم کسریٰ کی شکل نہیں دیکھ سکوگے، وہ تمہارا خدا بنا پھرتا تھا، اللہ کے حکم سے مارا گیا اور خود اپنے بیٹے کے ہاتھوں مارا گیا۔"

ادھر باذان کو کسریٰ کی موت اور بیٹے کی بادشاہت کی وفاداری کا حکم مل چکا تھا، ادھر جب باذان کے یہ لوگ پہنچے اور ان کی زبانی واقعہ سنا تو باذان مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ غیب کی خبر تو واقعی وحی سے معلوم ہو سکتی ہے اس لیے محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں۔(اصحاب الرسول ﷺ، ص۴۷۱)

قیصر روم کے دربار میں:۔

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے میں سلطنتِ روم کی جانب ایک لشکر روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کو ساتھیوں سمیت رومیوں نے گرفتار کر لیا اور اپنے بادشاہ کے روبرو پیش کر دیا۔ بادشاہ نے حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ سے کہا:

"عسائیت قبول کر لو میں تمہیں بادشاہی میں حصہ دے دوں گا۔" حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ نے انکار فرمادیا۔ بادشاہ نے ایک جگہ باندھ کر زخم لگانے کا حکم دیا۔ جب ایسا کیا گیا تو حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ نے اُف تک نہ کی۔

بادشاہ نے تیل گرم کر کے ایک قیدی کو اس میں ڈالنے کا حکم دیا جیسے اسے اُبلتے تیل میں ڈالا گیا تو گوشت اور ہڈیاں الگ ہو گئیں۔ اب بادشاہ نے اس ابلتی ہوئی دیگ میں حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کو ڈالنے کا حکم دیا۔ جب دیگ کے قریب لے جایا جانے لگا تو حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بادشاہ نے سمجھا شاید ارادہ بدل دیا اور ڈر گئے۔ بادشاہ نے قریب بلایا اور دوبارہ عیسایت کی دعوت دی۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ نے دوبارہ انکار کر دیا۔ بادشاہ نے پوچھا پھر رو کیوں رہے تھے۔؟ حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ نے فرمایا:

''میری تمنا ہے کاش میری سو جانیں ہوتیں میں انہیں بھی اللہ کے راستے میں قربان کر دیتا۔''

بادشاہ کو تعجب ہوا اور کہنے لگا: ''میرا ماتھا چوم لو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔''

حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ نے فرمایا:

میرے تمام ساتھیوں کو بھی ساتھ چھوڑو گئے۔

بادشاہ نے مان لیا اور حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ نے بادشاہ کے ماتھے کو بوسہ دیا اور بادشاہ نے تمام مسلمانوں کو رہا کر دیا۔

جب یہ تمام ساتھی مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت عمر فاروقؓ کو واقعہ سنایا تو امیر المؤمنین نے حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کی فہم و فراست کو دیکھتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کے ماتھے کو بوسہ دیا۔ (الاصابۃ اردو ج۳ ص ۲۳۲)

وفات:۔

امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں جب فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کی زیر قیادت اسلامی لشکر میں خدمت سر انجام دے رہے تھے اس وقت حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہوئی۔ مصر میں ہی اپنی جان جانِ آفریں کی سپرد کی اور مصر میں ہی مدفون ہوئے۔ (اصحاب الرسول ﷺ، ص ۴۸۲)



فضائلِ جمادی الاُخریٰ

محمد داؤد الرحمن علی

"جمادی الاُخریٰ" اسلامی قمری سال کا چھٹا مہینہ ہے۔

جمادی الاُخریٰ کی وجہ تسمیہ:۔

یہ مہینہ عربی زبان کے دو لفظوں "جمادی" اور "الاُخریٰ" کا مجموعہ ہے۔ جمادی "جمد" سے نکلا ہے، جس کے معنی "منجمد ہو جانے، جم جانے" کے ہیں اور "الاُخریٰ" کے معنی ہیں: دوسرا تو جمادی الاُخریٰ کے معنی ہوئے "دوسری جم جانے والی چیز"

جس زمانے میں اس مہینے کا نام رکھا گیا تھا، عرب میں اُس وقت سردی کا موسم تھا، جس کی وجہ سے پانی جم جاتا تھا، اور یہ سردی کے موسم کا دوسرا مہینہ تھا، اس وجہ سے اس مہینے کا نام "جمادی الاُخریٰ" (سردی کا دوسرا مہینہ) رکھا گیا۔ (لسان العرب: 129 / 3، ط: دار صادر)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں "جمادی" کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، چنانچہ "جمادی الآخر" اور "جمادی الآخرۃ" دونوں طرح کہنا درست ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 196 / 7، ط: مؤسسۃ قرطبۃ)

اردو میں کہنا:۔

اردو میں اس مہینے کو "جمادی الثانی" یا "جمادی الثانیۃ" کہتے ہیں، جبکہ اہلِ عرب کے ہاں یہ درست نہیں ہے، کیونکہ "ثانی" اس مقام پر آتا ہے، جس کے بعد ثالث بھی ہو، اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس مہینے کو "جمادی الاُخریٰ" کہا جائے۔ (معجم الصواب اللغوي دليل المثقف العربي للدكتور أحمد مختار:

229/1، ط:عالم الکتب)

جمادی الاُخریٰ کے اعمال:۔

قرآن وسنت کی روشنی میں اس مہینے سے متعلق مخصوص اَعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس ماہ سے متعلق اپنی جانب سے اعمال وعبادات بیان کرنا شریعت میں زیادتی ہے جو کہ ناجائز ہے، لہذا جو مسنون اعمال دیگر ایام میں کیے جاتے ہیں، وہ اس مہینے میں بھی کیے جائیں، جیسے ایام بیض (قمری مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ) مستحب ہیں، ان کا رکھنا فضیلت کا باعث ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا یہ تمام عمر کے روزوں کے مترادف ہے۔(صحیح مسلم، حدیث نمبر:1162)

واقعات جمادی الاُخریٰ:۔

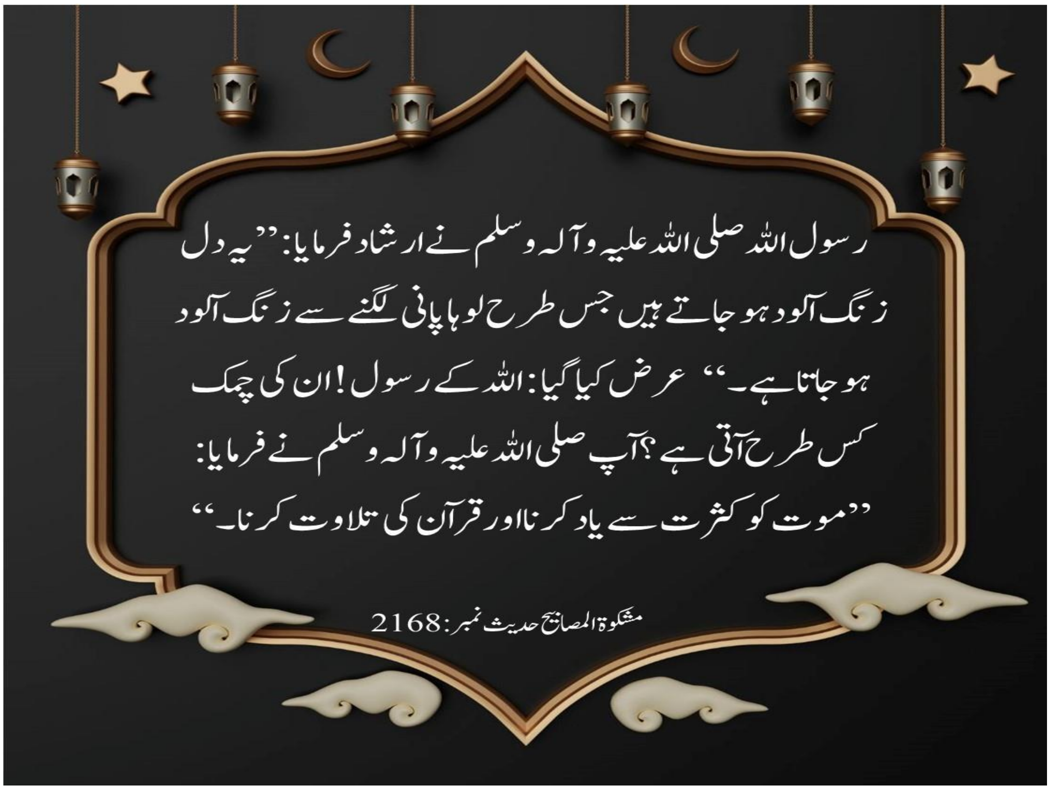
ا۔ ۲ھ میں غزوہ ذوالعشیرہ

۲۔ ۱۳ھ ۲۲ جمادی الاخرایٰ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔

۳۔ ۱۳ھ ۲۲ جمادی الاخرایٰ کو حضرت عمر فاروقؓ تخت نشین ہوئے۔

۴۔ ۱۷ھ میں مسجد نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی توسیع کی گئی۔

۵۔ ۲۱ھ وفات حضرت خالد بن ولیدؓ۔ (اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام از مولانا روح اللہ نقشبندی ص ۱۴۰ ط دار الشاعت اردو بازار کراتشی)





بیس احادیث مبارکہ

مفتی محمد شمس الرحمن عثمان

۰۱: اِنّمَاالْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

اعمال کا دارو مدار یعنی اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث 01)

۰۲: اَلصّلٰوۃُنُوْرٌ

نماز (مومن کا) نور ہے۔(مسند ابی یعلی الموصلی، رقم الحدیث 3655)

۰۳: اَلصّیَامُ جُنَّۃٌ

روزہ ڈھال ہے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث 1894)

۰۴: اِنَّ الدِّینَ یُسْرٌ

بیشک دین آسان ہے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث 39)

۰۵: اَلدِّینُ النَّصِیحَۃُ

دین خیر خواھی کا نام ہے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث 55)

۰٦: اَلعَيْنُ حَقٌّ

نظر لگنا حق ہے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث5740)

۰۷: طَلَبُ العِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

علم دین حاصل کرنا ھر مسلمان پر فرض ہے۔(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث224)

۰۸: خَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ

بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث867)

۰۹: وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ

اور بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے۔(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث45)

۱۰: اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ

حیا ایمان میں سے ہے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث24)

۱۱: اَلعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ

جلدبازی شیطان کا کام ہے۔(جامع ترمذی، رقم الحدیث2012)

۱۲: اَلبِرُّ حُسْنُ الْخُلْقِ

نیکی اچھّے اخلاق کا نام ہے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث2553)

۱۳: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

پاکی ایمان کا حصہ ہے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث223)

۱۴: مَنْ صَمَتَ نَجَا

جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔(جامع ترمذی، رقم الحدیث 2501)

۱۵: لَاتَسُبُّوْا الْاَمْوَاتَ

وفات پائے ہوئے لوگوں کی بُرائی مت کرو۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث1393)

۱٦: لَاتَسْئَلِ النَّاسَ شَيْئاً

تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو۔(سن ابن ماجہ، رقم الحدیث1837)

۱۷: سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ

اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔(مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث4159)

۱۸: كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ

اپنی جانب سے کھاؤ یعنی برتن میں اپنی طرف سے کھاؤ۔(مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث4159)

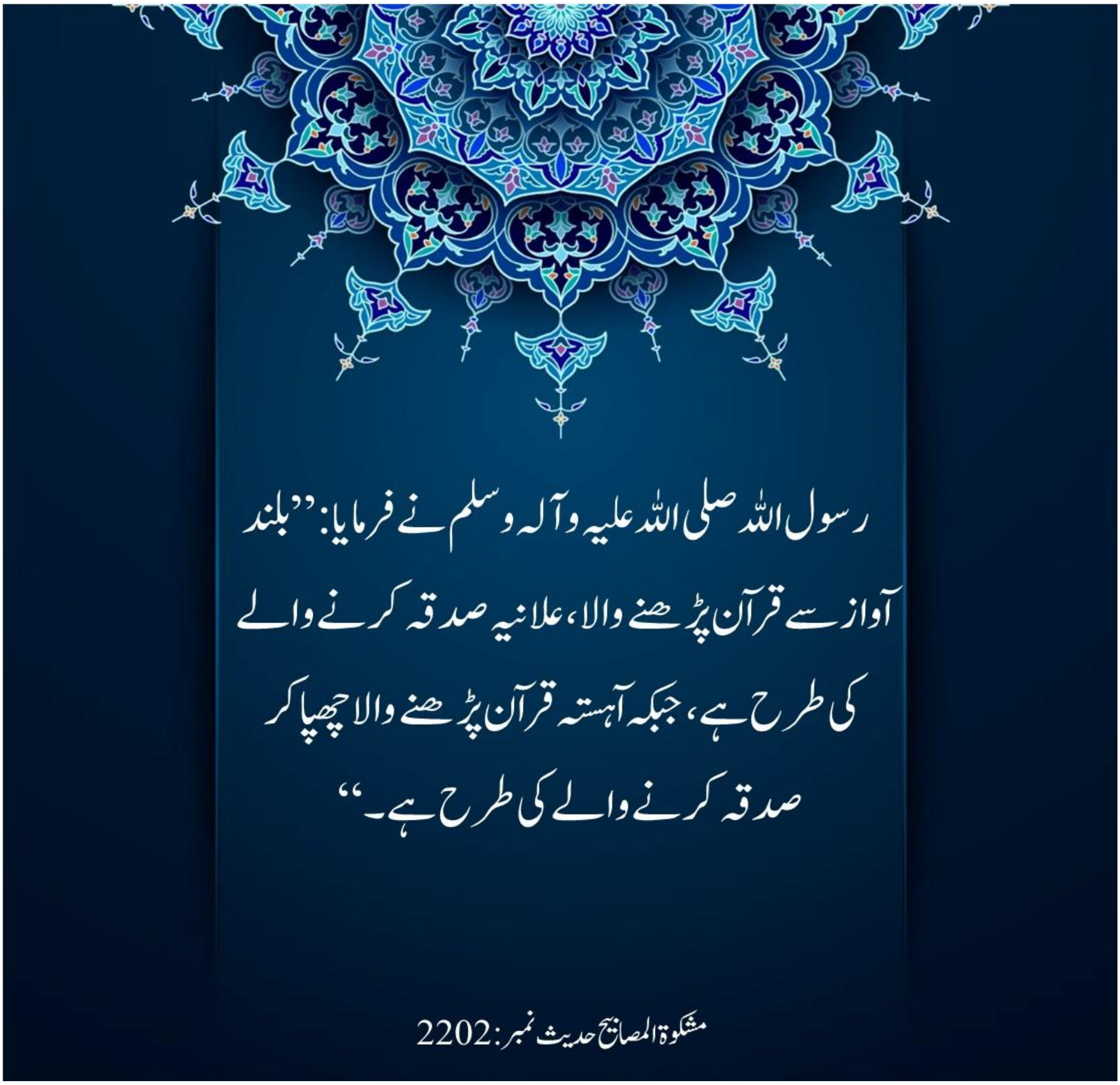
۱۹: لَايَشْرِبَنَّ اَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِماً

تم میں کوئی شخص کھڑے ہو کر ہرگز نہ پیئے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث 2026)

۲۰: اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ

مسواک کرنا منہ کی صفائی اور رب کی خوشنودی کا سبب ہے۔(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 289)

اللہ پاک ہم سب کو ان احادیث طیبہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!





امام محمد حسن بن شیبانیؒ

مولانا عصمت اللہ نظامانی، استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذِ رشید اور مذہبِ حنفی کے مدون اول امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی علمی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا، ایک طرف وہ ذہین، حاضر جواب اور بیدار مغز فقیہ تھے تو دوسری طرف دنیا اور اس کی رنگینیوں سے بے نیاز، زہد و تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، علمِ دین کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیا، سخاوت اور اہل علم کی معاونت کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ امام شافعیؒ جیسے فقیہ بھی ان کی بے طرح تعریف و مدح سرائی کرتے نظر آتے ہیں، ظاہری خوبصورتی اور باطنی حسن دونوں کے جامع تھے، اور علمِ فقہ کی تدوین، ترتیب اور کتابت و تحریر میں ان کا ہمسر ملنا مشکل ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی ایک ہستی نہیں، بلکہ پوری علمی انجمن کا نام ہے جس کے علمی کارہائے نمایاں سے رہتی دنیا تک لوگ مستفید ہوتے رہیں گے۔ ذیل میں انہیں جلیل القدر فقیہ کے حالاتِ زندگی مختصر طور پر قلمبند کیے جا رہے ہیں۔

نام و نسب اور ولادت:

ان کا مکمل نام ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانیؒ ہے، سن ۱۳۲ھ کو شہر واسط میں ان کی ولادت ہوئی، پھر ان کے والد انہیں وہاں سے کوفہ لے آئے، اور وہیں ان کی پرورش ہوئی۔ (مناقب أبي حنيفة وصاحبيه للذهبي، (ص:۷۹)، الناشر: لجنة إحياء المعارف النعمانية-الهند، ط:۱۴۰۸ھ)

حسن و جمال:

امام محمدؒ نہایت حسین و جمیل تھے، بڑے بڑے مشائخ نے ان کی خوبصورتی کا اعتراف کیا ہے، بلکہ امام محمدؒ کے لڑکپن اور نوجوانی کے دور میں اہل علم ان کے ساتھ چلنا بھی نامناسب سمجھتے تھے، مشہور محدث امام وکیعؒ فرماتے ہیں:

كنا نكره أن نمشي معه فى طلب الحديث لأنه كان غلا ما جميلاً. (الجواهر المضية في طبقات الحنفية للقرشي، (۱/۵۲٦)، الناشر: مير محمد كتب خانه، كراتشي)

ہم طلبِ حدیث کے لیے امام محمد کے ساتھ چلنا ناپسند کرتے تھے؛ کیونکہ وہ خوبصورت لڑکے تھے۔

اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

أول ما رأيت محمدا وقد اجتمع النّاس عليه، فنظرت إليه فكان من أحسن النّاس وجها، ثم نظرت إلى جبينه فكأنه عاج، ثم نظرت إلى لباسه فكان من أحسن النّاس لباساً. (شذرات الذهب في أخبار من ذهب لابن العماد الحنبلي، (۲/۴۰۹)، الناشر: دار ابن كثير - بيروت، ط: ۱۴۰٦ھ-۱۹۸٦م)

پہلی مرتبہ میں نے امام محمدؒ کو دیکھا کہ لوگ ان کے اردگرد جمع تھے، جب میں نے انہیں دیکھا تو وہ لوگوں میں سب سے حسین چہرے والے تھے، پھر میں ان کی پیشانی پر نظر ڈالی تو وہ ہاتھی کے دانت کی طرح سفید تھی، پھر لباس دیکھا تو وہ بھی بہترین تھا۔

اسی وجہ سے جب ان کے والد امام ابو حنیفہؒ کے پاس امام محمدؒ کو تعلیم دینے کی غرض سے لائے تو امام صاحب نے ان سے امام محمدؒ کا سر منڈانے اور اس کو پرانے کپڑے پہنانے کا کہا؛ تاکہ دوسرے لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔ (الجواهر المضية في طبقات الحنفية للقرشي، (۱/۵۲٦)

امام ابو حنیفہؒ سے پہلی ملاقات:

امام محمدؒ کا شمار امام ابو حنیفہؒ کے مشہور شاگردوں میں ہوتا ہے، ان کی امام ابو حنیفہؒ سے پہلی ملاقات کا قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام محمدؒ کا گزر ایک مسجد سے ہوا، جہاں امام ابو حنیفہؒ درس دے رہے تھے، تو وہ دروازے کے پاس کھڑے ہو کر امام صاحب کا درس سننے لگے، وہاں ایک فقہی مسئلہ بیان ہو رہا تھا کہ اگر کوئی نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے، اور رات کو عشاء کا وقت ختم ہونے سے پہلے اسے احتلام ہو جائے، تو وہ اس رات کی عشاء نماز کا دوبارہ پڑھے گا۔

اور یہی معاملہ اس رات امام محمدؒ کو پیش ہوا تھا، لہٰذا انہوں نے مسجد میں داخل ہو کر نماز کا اعادہ کیا۔ امام ابو حنیفہ نے انہیں بلا کر پوچھا کہ یہ کون سی نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا، یہ سن کر امام ابو حنیفہؒ نے ان سے کہا:

يا غلام الزم مجلسنا فإنك تفلح. (المبسوط للسرخسي، (۲/۱۷۴)، الناشر: دار الفكر - بيروت، ط: ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰م)

ترجمہ: اے بچے! ہماری مجلس کو لازمی اختیار کرو، بیشک تم کامیاب ہو گے۔

ایک ہفتے میں حفظِ قرآن:

امام محمدؒ نہایت قوی استعداد اور عمدہ حافظہ کے مالک تھے، جس کا کچھ اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں تقریباً ایک ہفتہ میں قرآن پاک اچھی طرح حفظ کر لیا، اس کا قصہ یہ ہے کہ امام محمدؒ نے جب امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں آکر استفادہ کے لیے عرض کیا تو امام ابو حنیفہؒ نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن پاک یاد ہے یا نہیں؟ اور چونکہ امام محمدؒ کو مکمل قرآن یاد نہیں تھا، لہٰذا وہ واپس لوٹ آئے اور ایک ہفتہ کے بعد دوبارہ امام ابو حنیفہؒ کی مجلس حاضر ہوئے اور بتایا کہ میں نے قرآن پاک مکمل حفظ کر لیا ہے۔(انظر! بلوغ الأماني للكوثري، (ص:٦)، الناشر: المكتبة الأزهرية للتراث، ط:١٤١٨ھ-١٩٩٨م)

امام محمدؒ کا علمی انہماک:

امام محمد رحمہ اللہ ہمہ وقت علمی کاموں مشغول رہتے تھے، اور ایسے امور سے پرہیز کرتے تھے، جو ان کے لیے حصولِ علم اور اس کی نشر واشاعت میں رکاوٹ کا باعث بنتے۔ علم کی راہ میں انہوں نے ایسی یکسوئی اختیار کی کہ تاریخ میں اس کی نظیر ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تحصیل علم کا شوق وانہماک اتنا کہ اپنی ذات کو بھی بھلا دیتے تھے، ہر اس چیز سے کنارہ کشی اختیار کی جو علم کے راستے میں سدِّراہ ہو، چنانچہ امام محمدؒ کے علمی انہماک کے چند واقعات درجِ ذیل ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ امام محمدؒ نے اپنے اہل وعیال کے نفقہ وغیرہ کے لیے ایک وکیل مقرر کر دیا تھا، جو ان کی ضروریات پوری کرتا، اور جس چیز کی حاجت ہوتی، انہیں میسر کرتا، تاکہ ان امور میں مشغول ہو کر ذہن منتشر نہ ہو، اور یکسوئی کے ساتھ علمی کام کر سکیں، چنانچہ ان کے شاگرد محمد بن سماعہ فرماتے ہیں:

قال محمد بن الحسن لأهله: لا تسألوني حاجة من حوائج الدنيا تشغلوا قلبي، وخذوا ما تحتاجون إليه من وكيلي فإنه أقل لهمي، وأفرغ لقلبي. (تاريخ بغداد للخطيب، (٢/ ٥٦١)

ترجمہ: امام محمدؒ نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ دنیاوی ضروریات میں سے حاجت مجھ سے مت مانگو، کہ اس سے میرا دل مشغول ہو جائے گا، اور جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو، وہ میرے وکیل سے لے لو، کیونکہ یہ میری فکروں کو کم کرے گا، اور میرے دل کو زیادہ یکسور کھے گا۔

۲۔ امام محمدؒ اپنا وقت قیمتی بنانے اور اسے مطالعہ کتب اور تالیف وتصنیف وغیرہ میں صرف کرنے کی خصوصی کوشش کرتے تھے، لہٰذا گھر میں بھی وہ کتابوں کے درمیان گھرے رہتے، اور اپنی علمی پیاس بجھاتے، جیسا کہ ان کی دلختِ جگر بیان فرماتی ہیں:

حدثني ابن بنت محمد بن الحسن قال: قلت لأمي: صفي ماكان جدي يعمل في منزله؟ قالت: كان والله يا بني يكون في هذا البيت وحوله الكتب، ماكنت أسمع له كلمة غير أني كنت أراه يشير بحاجبه وإصبعه. (فضائل أبي حنيفة وأخباره لابن أبي العوام (ص: ۳۵۰)، الناشر: المكتبة الإمدادية - مكة المكرمة، ط: ۱۴۳۱ھ- ۲۰۱۰م)

امام محمدؒ کے نواسے نے ایک مرتبہ اپنی والدہ سے کہا: امی! کچھ بیان کیجیے کہ نانا جان اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! اے میرے بیٹے! وہ اس گھر میں ہوتے تھے، چاروں طرف کتابیں رکھی ہوتی تھیں، میں انہیں باتیں کرتے ہوئے نہیں سنتی تھی، بوقتِ ضرورت بھووں یا ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔

۳۔ علمی انہماک اس قدر تھا کہ انہیں اپنے آپ کو سنوارنے اور اپنی ظاہری حالت کی طرف نظر کرنے کی بھی فرصت نہیں ہوتی تھی، چنانچہ ان کے شاگرد محمد بن سماعہ فرماتے ہیں:

بلغ شغله بالعلم أنه كان يوسخ لباسه ولا يتفرغ لنزعه. (مناقب الإمام الأعظم للكردري، (۱۶۲/۲)

امام محمدؒ کی علم کے ساتھ مشغولیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ان کے کپڑے میلے ہو جاتے تھے، لیکن انہیں اتار کر دوسرے کپڑے پہننے کی فرصت نہیں ہوتی تھی۔

طلبہ کے ساتھ تعاون:

امام محمدؒ کے اعلی صفات میں سے ایک یہ صفت بھی تھی کہ وہ اپنے پاس آئے ہوئے طلبہ کی ضروریات کا خیال رکھتے، اور ان کے ساتھ مالی تعاون کرتے رہتے تھے، جیسا کہ درج ذیل دو واقعات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گی۔

۱۔ ایک مرتبہ امام محمدؒ کے مشہور شاگرد اسد بن فرات اپنے استاد کے درس میں شریک تھے کہ اتنے میں ایک سبیل کا پانی تقسیم کرنے والا آواز لگاتا ہوا آیا، یہ دوڑ کر وہاں گئے اور پانی پیا، جب واپس آئے تو امام محمدؒ نے انہیں اس پر تنبیہ کی، اس پر انہوں نے بتایا کہ وہ مسافر ہیں، لہذا پیاس کی وجہ سے انہیں سبیل کا پانی پینا پڑا۔ پھر وہ فرماتے ہیں:

ثم انصرفت فلما كان عند الليل إذا أنا بإنسان يدق الباب، فخرجت إليه، فإذا خادم محمد بن الحسن فقال: مولاي يقرأ عليك السلام ويقول لك: ما علمت أنك ابن سبيل إلا في يومي، فخذ هذه النفقة فاستعن بها على حاجتك. ثم دفع إلي صرة ثقيلة فقلت في نفسي: هذه كلها دراهم، ففرحت بها، فلما دخلت منزلي فتحتها فإذا فيها ثمانون ديناراً. (رياض النفوس لأبي بكر المالكي، (۲۵۸/۱)، الناشر: دار الغرب الإسلامي، بيروت - ط: ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴م)

ترجمہ: میں واپس لوٹا، جب رات کا وقت ہوا تو ایک شخص دروازا کھٹکھٹانے لگا، میں نے باہر نکل کر دیکھا تو وہ امام محمدؒ کا خادم تھا، اور کہہ رہا تھا کہ میرے مالک نے آپ کو سلام کیا ہے، اور کہا ہے کہ مجھے یہ بات آج ہی معلوم ہوئی ہے کہ آپ مسافر ہیں، لہٰذا یہ کچھ نفقہ لیجیے، اور اس کے ذریعے

اپنی ضروریات پوری کرنے میں مدد حاصل کیجیے، اس نے ایک بھاری تھیلی مجھے دی، میں نے دل میں کہا کہ یہ سب درہم ہوں گے، لہذا میں خوش ہوا، جب گھر جا کر میں اسے کھولا تو اس میں اسی (80) دینار تھے۔

۲۔ امام محمدؒ کے امام شافعیؒ کے ساتھ مالی تعاون کرنے کے بارے میں ابو عبید کہتے ہیں:

رأيت الشافعي عند محمد بن الحسن وقد دفع إليه خمسين دينارا وقد كان دفع إليه قبل هذا خمسين درهماً. (تاريخ دمشق لابن عساكر، (۲۹٦/۵۱)، الناشر: دار الفكر - بيروت، ط؟۱۴۱۵ھ/۱۸۸۵م)

ترجمہ: میں نے امام شافعیؒ کو امام محمدؒ کے پاس دیکھا تھا، امام محمدؒ نے انہیں پچاس دینار دیئے تھے، اور اس سے پہلے بھی انہوں نے پچاس درہم دیئے تھے۔

امام ابو حنیفہؒ کا دفاع:

امام محمد رحمہ اللہ اپنے استاد امام ابو حنیفہؒ سے بہت محبت کرتے، ان کا احترام کرتے تھے، اور مخالفین کے سامنے امام ابو حنیفہؒ کا عمدہ طریقے سے دفاع کرتے تھے، چنانچہ فقہی مسائل میں جب فقہائے کرام کا اختلاف بیان کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ذکر کرتے تو اس کے دلائل بھی ذکر کرتے تھے، اگرچہ خود امام محمدؒ کی نظر میں وہ مذہب کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ایک جگہ امام ابو حنیفہؒ اور اہل مدینہ یعنی امام مالکؒ کا مذہب ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

قول اهل المدينة في هذا أحب إلي من قول أبي حنيفة وإن كنت احتججت لأبي حنيفة بحجته ثابتة لم تر أهل المدينة بمخرج منها. (الحجة على أهل المدينة للإمام محمد الشيباني، (۱۲۸/۱)، باب متابعة الإمام فى الجلوس والقيام، الناشر: عالم الكتب - بيروت، ط:۱۴۰۳ھ)

ترجمہ: اس مسئلہ میں اہل مدینہ کا قول ہمیں امام ابو حنیفہؒ کے قول سے زیادہ پسند ہے، اگرچہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کے لیے ایسی ثابت حجت و دلیل سے استدلال کیا ہے کہ اہل مدینہ اس کا جواب دینے کا کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔

مجلس مناظرہ میں خندہ جبیں:

امام محمد رحمہ اللہ کی اعلیٰ صفات اور بہترین اخلاق میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اگر ان سے کوئی علمی اختلاف، یا بحث و مباحثہ اور مناظرہ کرتا تو اس وقت بھی آپ خوش اخلاق اور خندہ جبین رہتے تھے، مخالف کے اختلاف وغیرہ سے کسی قسم کی ناگواری محسوس نہیں کرتے تھے، چنانچہ اس بات کی گواہی جلیل القدر فقیہ امام شافعیؒ نے بھی دی ہے، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

وما رأيت أحدا سئل عن مسألة فيها نظر إلا رأيت الكراهة في وجهه إلا محمد بن الحسن. (الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء لابن عبد البر، (ص: ٦٩)، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

یعنی میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس سے کوئی قابل اشکال مسئلہ کے بارے میں سوال کیا، اور اس کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے اثرات نہ ہوں، سوائے امام محمد بن حسنؒ کے۔

وما ناظرت أحدا إلا تغير وجهه، ما خلا محمد بن الحسن. (مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه للذهبي، (ص: ٨١)، الناشر: لجنة إحياء المعارف النعمانية - الهند، ط: ١٤٠٨ھ)

ترجمہ: میں جس سے بھی مناظرہ کیا، تو اس کا چہرہ کچھ متغیر ہوا، سوائے امام محمد بن حسنؒ کے۔

اسی طرح امام محمدؒ اور عیسی بن ابان کی اول ملاقات سے بھی یہ بات بالکل عیاں ہوتی ہے کہ مخالفین کے ساتھ بھی علمی اختلاف کے وقت امام محمدؒ حلم وبردباری اور نرمی وخوش اخلاقی سے پیش آتے تھے، اس ملاقات کی تفصیل یہ ہے کہ مشہور ومعروف اصولی وفقیہ عیسی بن ابانؒ کو اللہ تعالیٰ ذہانت کے ساتھ احادیث میں درک اور مہارت سے نواز تھا۔ ابتداء میں وہ احناف کے خلاف تھے، اور سمجھتے تھے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ احادیث مخالف کرکے قیاس اور رائے کو ترجیح دیتے ہیں، چناچہ محمد بن سماعہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیسی بن ابان میرے ساتھ نمازِ فجر ادا کی، اتفاق سے اس دن امام محمدؒ کی مجلس درس بھی تھی، لہٰذا میں اصرار کرکے عیسی بن ابانؒ کو اس کی مجلس میں بٹھایا، اور جب امام محمدؒ اپنے درس سے فارغ ہوئے تو میں ان سے عرض کیا کہ یہ عیسی بن ابانؒ ہیں، ذہین ہونے کے ساتھ حدیث کی معرفت بھی رکھتے ہیں، لیکن جب میں ان کو آپ کی طرف بلاتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم احادیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ سن کر امام محمدؒ، عیسی بن ابان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے:

يا بني ما الذي رأيتنا نخالفه من الحديث

ترجمہ: اے میرے بیٹے! آپ نے وہ کون سی حدیث دیکھی ہے جس کی ہم مخالفت کرتے ہیں؟

چنانچہ عیسی بن ابانؒ نے احادیث کے پچیس ابواب کے بارے سوال کیا، امام محمدؒ ان کا جواب دینے لگے، اور دیگر احادیث ودلائل کے ذریعے ان میں سے منسوخ احادیث کو بیان کیا۔

راوی محمد بن سماعہ کہتے ہیں:

فالتفت إلي بعد ما خرجنا فقال كان بيني وبين النور ستر فارتفع عني ما ظننت أن في ملك الله مثل هذا الرجل. (أخبار أبي حنيفة للصيمري، (ص: ١٣٢)، الناشر: عالم الكتب - بيروت، ط: ١٤٠٥ھ/١٩٨٥م)

ترجمہ: وہاں سے نکلنے کے بعس عیسی بن ابان میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ تھا جو میرے سامنے سے اٹھ گیا، میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں اس جیسا آدمی ہو گا۔

لہٰذا اس دن کے بعد امام محمدؒ کے درس میں پابندی سے شریک ہونے لگے، یہاں تک امام محمدؒ کے خصوصی تلامذہ اور احناف کے عظیم فقہاء میں ان کا شمار ہونے لگا۔ اس قصہ سے جہاں امام محمدؒ کی علمِ حدیث میں مہارت ثابت ہوتی ہے، وہیں مخالفین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور بوقت اختلاف خوش اخلاقی کے ساتھ اپنا مدّعی پیش کرنا بھی واضح ہوتا ہے۔

امام محمدؒ امام شافعیؒ کی نظر میں:

امام محمدؒ کے اجل تلامذہ اور خصوصی شاگردوں میں ایک جلیل القدر فقیہ امام شافعیؒ ہیں۔ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ بہت تعریف کی ہے، اور اپنے استاذ امام محمدؒ کی ثنا گوئی اور مدح سرائی ایسے بلند الفاظ کے ساتھ کی ہے کہ شاید ہی کسی دوسرے استاذ کی ایسی تعریف کی ہو، اور بقول علامہ ابن العماد العکری کے کہ امام محمدؒ کی تعریف کرنا امام شافعیؒ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

وكان الشافعي - رضي الله عنه - يثني على محمد بن الحسن ويفضّله، وقد تواتر عنه بألفاظ مختلفة. (شذرات الذهب في أخبار من ذهب لابن العماد العكري، (۴۰۹/۲)، الناشر: دار ابن كثير - بيروت، ط: ۱۴۰۶هـ-۱۹۸۶م)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ امام محمدؒ کی تعریف کرتے اور ان کو فضلیت دیے تھے، اور یہ بات ان سے مختلف الفاظ کے ساتھ تواتر سے ثابت ہے۔

اس سلسلے میں امام شافعیؒ کے چند اقوال حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ مارأت عيناي مثل محمد بن الحسن، ولم تلد النساء في زمانه مثله. (مناقب الإمام الأعظم للكردري، (۱۴۹/۲)، الناشر: دائرة المعارف النظامية - حيدر آباد الدكن، الهند)

ترجمہ: میری آنکھوں نے امام محمد بن حسنؒ جیسا شخص نہیں دیکھا، اور نہ ہی ان کے زمانے میں عورتوں نے ان جیسا کوئی جنا تھا۔

۲۔۔ أمن الناس علي في الفقه محمد بن الحسن. (تاريخ بغداد للخطيب، (۵۶۱/۲)، الناشر: دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ۱۴۲۲هـ-۲۰۰۲م)

ترجمہ: علمِ فقہ میں مجھ پر لوگوں میں سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے محمد بن حسنؒ ہیں۔

٣۔۔كان أفصح الناس كان إذا تكلم خيل إلى سامعه أن القرآن نزل بلغته. (الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء لابن عبدالبر، (ص:١٧٤)

ترجمہ: امام محمدؒ لوگوں میں سب سے زیادہ فصاحت والے تھے، جب کوئی بات کہتے تو سننے والے کو خیال ہوتا کہ قرآن پاک انہی کی زبان میں اترا ہے۔

٤۔۔ما رأيت رجلا أعلم بالحلال والحرام، والعلل، والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن. (شذرات الذهب لابن العماد العكري، (٢/٤١٠)

ترجمہ: میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام محمد بن حسنؒ سے زیادہ حلال وحرام، عللِ حدیث اور ناسخ ومنسوخ کو جاننے والا ہو۔

۵۔۔جب امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے امام مالکؒ اور امام محمدؒ دونوں کی صحبت اختیار کی ہے، اور دونوں حضرات سے شرفِ تلمذ حاصل کیا ہے، لہٰذا ان دونوں میں بڑا فقیہ کون ہے؟ تو امام شافعیؒ نے جواب دیا:

محمد بن الحسن أفقه نفسا منه. (المصدر السابق)

ترجمہ: امام محمد بن حسنؒ نفس کے اعتبار سے امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ ہیں۔

اسی طرح اور بھی کئی اقوال ہیں جنہیں جمع کرنے کے ایک دفتر چاہیے، لیکن ذکر کردہ اقوال سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ امام شافعیؒ کی نظر میں امام محمدؒ کا بہت بڑا مقام اور بلند رتبہ تھا۔

فرض شناسی اور احساس ذمہ داری:

امام محمد رحمہ اللہ ہمہ تن خدمتِ دین میں مشغول رہتے تھے، اور علمی کاموں میں دلجمی اور انہاک سے مصروف رہتے تھے، علمِ فقہ میں مرجع الخلائق ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی ذمہ داری کا بہت احساس تھا، جس کی وجہ سے وہ اپنی راحت وآرام سب تج دیتے، اور اپنی ضروریات اور حوائج قربان کرنے سے بھی گریز نہ کرتے تھے، چنانچہ ان کا ایک معمول یہ تھا کہ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے، اکثر حصہ علمی مشاغل میں گزار دیتے تھے۔ اس بارے میں ان سے دریافت کیا گیا:

فقيل: لم لا تنام؟ قال: كيف أنام، وقد نامت عيون المسلمين توكلاً علينا، ويقولون: إذا وقع لنا أمر رفعناه إليه، فيكشفه لنا. (مناقب الإمام الأعظم للكردري، (٢/١٦٣)

آپ رات کو سوتے کیوں نہیں؟ جواب دیا کہ میں کیسے سوجاؤں، جبکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم پر بھروسہ کرکے سوئی ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی مسئلہ درپیش ہوگا تو اس کی طرف لے جائیں گے تو وہ ہمارے لیے مسئلہ کا حل بیان کرے گا۔

سلاطین سے مرعوب نہ ہونا:

امام محمدؒ ملوک وسلاطین سے بالکل مستغنی تھے، وہ ایک باوقار اور عزتِ نفس رکھنے والے عالم تھے، عام لوگوں کی طرح سلاطین کی طرف مائل یا ان سے مرعوب نہیں ہوتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ امام محمدؒ کچھ لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ہارون الرشید کا گزر ہوا، تمام لوگ اس کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے، مگر امام محمدؒ بدستور بیٹھے رہے۔(تاریخ بغداد للخطیب، (۲/۵۶۱)، الناشر: دار الغرب الإسلامي- بیروت، ط:۱۴۲۲ھ-۲۰۰۲م)

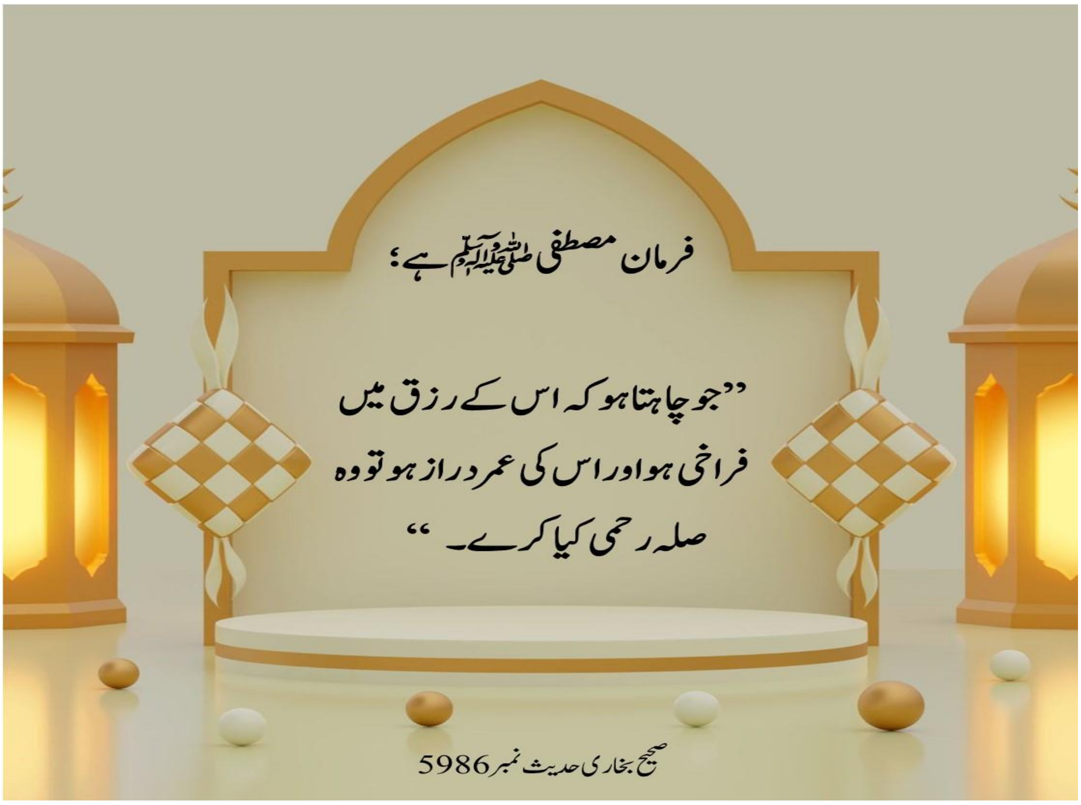
وفات پُر ملال:

پوری زندگی اللہ تعالی کی خوشنودی کی خاطر حصولِ علم اور اس کی نشرواشاعت میں فنا کرکے بالآخر یہ جلیل القدر فقیہ سن ۱۸۹ھ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔(الطبقات الکبری لابن سعد، (۷/۲۴۲)، رقم الترجمة:۳۵۰۵، الناشر: دار الکتب العلمیة- بیروت، ط:۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰م)

امام محمدؒ کی وفات کے انہیں ایک شخص نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ امام محمدؒ نے جواب دیا کہ مجھے بخش دیا گیا، اور کہا گیا:

إني لم أجعلك وعاء للعلم وأنا أريد أن أعذبك. (تاريخ بغداد للخطيب، (۲/۵۶۱)

یعنی میں تم کو علم کا ظرف اس لیے نہیں بنایا تھا کہ میں تمہیں عذاب دوں۔





حضرت لقمان کا حسنِ سلوک

مولانا محمد عبید الرحمن صدیق صاحب

شیخ الادب حضرت مولانا عزاعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۵۵۱۳۷۴) تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت لقمان کو ان کے آقا نے فروخت کرنا چاہا تو انہوں نے آقا سے کہا کہ آپ پر میرا کچھ بنتا ہے اس لیے میری گزارش ہے کہ آپ مجھے اس کے ہاتھ فروخت کر یں جسے پسند کروں، آقا نے کہا کہ اس کا تجھے اختیار ہے، چنانچہ جو بھی آکر بھاؤ لگاتا آپ اس سے دریافت کرتے کہ بھائی کس کام کے لیے مجھے خریدنا چاہتے ہو، ایک نے کہا کہ اپنے دروازے کی دربانی کے لیے، آپ نے فرمایا خرید لو، جب رات ہوئی تو آپ نے دروازہ بند کر کے دہلیز میں نماز پڑھنی شروع کر دی، اس شخص کی لڑکیوں کے کچھ یار لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ لڑکیوں نے کہا لقمان دروازہ کھول دے، آپ نے فرمایا۔ میرے ماں باپ تم پر قربان تمہارے والد نے مجھے اس لیے نہیں خریدا، لڑکیوں نے دروازہ کھولنے پر آپ کو مارا اور اتنا مارا کہ ادھ موا کر دیا، جب صبح ہوئی تو آپ نے ان کے والد کو رات کے واقعہ کی کوئی خبر نہ دی، دوسری رات انہوں نے پھر ایسے ہی کیا آپ نے پھر بھی ان کے والد کو خبر نہ دی، تیسری رات پھر ایسے ہی کیا، آپ نے پھر بھی خبر نہیں دی تو وہ لڑکیاں آپس میں کہنے لگیں، اللہ نے اس حبشی غلام کو اس خیر کے متعلق ہم سے بہتر نہیں بنایا، راوی کا کہنا ہے کہ:

”دو لڑکیاں ایسی نیک وپارسا ہوئیں کہ بنی اسرائیل میں ان سے بہتر کوئی لڑکی نہیں تھی۔“

حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حضرت لقمان ایک روز ایک مجلس میں لوگوں کو حکمت و دانائی کی باتیں سنا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کیا تم وہی نہیں ہو جو میرے ساتھ فلاں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں، اس نے کہا کہ پھر تم کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا کہ مخلوق تمہاری تعظیم کرتی ہے اور تمہارے کلمات حکمت سننے کے لیے دور دور سے آکر جمع ہوتے ہیں آپ نے فرمایا اس کی وجہ میرے دو کام ہیں۔

ہمیشہ سچ بولنا ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا چند کام ایسے ہیں جنہوں نے مجھے اس مقام پر پہنچایا ہے، اگر وہ کام بھی کر لو تمہیں بھی یہی درجہ و مقام حاصل ہو جائے گا۔ وہ کام یہ ہیں۔

1) اپنی نگاہ کو پست رکھنا۔
2) زبان کو روکے رکھنا۔
3) رزق حلال کھانا۔
4) اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنا۔
5) کام کی بات کرنا۔
6) عہد کو پورا کرتا۔
7) مہمان کا اکرام کرتا۔
8) پڑوسی کی حفاظت کرنا۔
9) فضول باتوں اور فضول کاموں کو چھوڑ دینا۔ (تفسیر القرآن العظیم لامام ابن الکثیر ج۳ص ۴۳۳)



امام ابو حنیفہ ؒ کی امام ابو یوسف ؒ کو نصیحت

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی صاحب

امام ابو یوسف ؒ جب علوم ظاہری سے فارغ ہوئے، آپ کے اندر فضل وکمال، سیرت واخلاق، رشد ونجابت کے آثار نمایاں ہونے لگے اور آپ کی طرف عوام وخواص کا رجوع ہونے لگا، تب امام ابو حنیفہ ؒ نے اپنے ہونہار شاگرد امام ابو یوسف ؒ کے نام ایک وصیت اور نصیحت نامہ تحریر فرمایا، جس میں امام یوسف ؒ کو نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں ہیں کہ امراء وسلاطین، خواص اور عوام کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے اور اپنی نجی زندگی کس طرح گذارنی چاہئے۔

اس وصیت نامہ کو موفق مکی نے مناقب الموفق المکی میں، صاحب فتاوی بزازیہ نے مناقب صاحب الفتاوی البزازیہ میں، ابن نجیم نے الاشباہ والنظائر میں اور علامہ شیخ محمد زاہد الکوثری نے حسن التقاضی فی سیر الامام ابی یوسف القاضی میں بالتفصیل نقل فرمایا ہے، زیر نظر ترجمہ علامہ کوثری کی کتاب حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی سے کیا ہے۔

یہ وصیت نامہ نہایت قیمتی ہے ان نوجوان فضلاء (بلکہ تمام ہی علماء) کے لیے جو عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں جنہیں سلاطین، امراء، سرکاری افسران، سرمایہ داران اور اوقافی اداروں کے ذمہ داران سے مختلف طریقوں سے سابقہ پڑتا ہے، ان کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے اور اپنی نجی زندگی کس طرح گذارنی چاہئے، اس سلسلے کی نہایت مفید ہدایات، تعلیمات اور سنہری نصیحتیں اس میں تحریر ہیں۔

سلاطین، امراء اور وزراء کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے۔

اے یعقوب! سلطان کی تعظیم کرو، ان کے مقام ومرتبہ کا لحاظ کرو، سلطان کے سامنے دروغ گوئی مت کرو، جب تک کہ کوئی علمی ودینی ضرورت پیش نہ آئے سلطان کی خدمت میں مت جائو، اگر بکثرت سلطان کی مجلس میں آمدورفت ہوگی، تو وہ تمہیں حقیر وذلیل سمجھے گا اور اس کی نگاہ میں تمہاری قدر کم ہو جائے گی۔

سلطان اور بادشاہ کے پڑوس میں کبھی سکونت اختیار نہ کرو، تم سلطان وبادشاہ سے ایسا تعلق رکھو، جیسے آگ سے تعلق رکھتے ہو، آگ سے فائدہ حاصل کرتے ہو؛ لیکن اس سے دوری بنائے رکھتے ہو، اگر آگ سے قریب جائوگے، تووہ تمہیں جلادے گی، پھر تمہیں تکلیف ہوگی، اس لیے کہ سلطان اپنے علاوہ کسی کو قابل ہی نہیں سمجھتا۔

بادشاہ کے سامنے لمبی گفتگو مت کرو، تمہاری لمبی گفتگو کی وجہ سے وہ بھی بے فائدہ باتیں کرنے لگے گا؛ تاکہ حشم وخدم کے سامنے اپنی فوقیت وبرتری ظاہر ہو اور پتہ چلے کہ وہ تم سے زیادہ جانتاہے، اس کی وجہ سے لوگوں کی نگاہ میں تمہاری قدرومنزلت کم ہوجائے گی۔

ایسے سلطان کی مجلس میں جائو جو تمہاری اور اہل مجلس کی قدر کرنے والا ہو، جو ناقدری کرنے والا ہو، اس کی مجلس میں ہر گز مت جائو، جب سلطان کے پاس کوئی ایسے عالم ہوں جن سے تم نہ واقف ہو، تو اس وقت سلطان کے پاس مت جائو، اس لیے کہ اگر اس عالم کا علمی مقام ومرتبہ تم سے بڑھا ہوا ہو، تو تم ان پر برتری حاصل کرنا چاہوگے، وہ تمہاری کمزوریاں ظاہر کریں گے، اگر تم ان سے بڑے عالم ہو، تو ممکن ہے کہ تم سلطان کے سامنے اس عالم کے لیے تواضع کرو جس کی وجہ سے سلطان کی نگاہ میں تمہاری قدر کم ہوجائے گی اور ان کی قدروقیمت میں بڑھے گی۔

سرکاری مناصب قبول کرنے سے متعلق نصیحتیں

اگر سلطان (حکومتی اور اوقافی ادارے) کوئی عہدہ پیش کریں، تو اسی صورت میں قبول کرو جب کہ تمہیں یقین ہو کہ وہ تمہاری اہلیت واستعداد کی وجہ سے پیش کررہے ہیں، نیز اگر تم قبول نہیں کروگے، تو کوئی نااہل شخص قبول کرلے گا جس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف وپریشانی لاحق ہوسکتی ہے۔

جب سلطان وامراء کی طرف سے کوئی کام تمہارے سپرد کیا جائے، تو اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک کہ تمہیں اطمینان نہ ہو کہ وہ تمہارے عمل کو پسند کرے گا اور فیصلوں میں تمہاری بات کو قبول کرے گا؛ تاکہ اس کو خوش کرنے کے لیے کسی خلافِ شرع کام انجام دینے پر تم مجبور نہ کئے جاؤ۔

سلطان اور امراء کے وزراء اور خدام سے تعلقات مت رکھو، ان سے دور دور ہی رہو؛ تاکہ تمہارا مقام ومرتبہ سلطان وبادشاہ کی نگاہ میں برقرار رہے۔

ازدواجی زندگی سے متعلق نصیحتیں

اولاً علم حاصل کرو، پھر حلال مال کمائو، پھر شادی کرو، علم حاصل کرنے کے زمانہ میں کمانا شروع کروگے، توتم دنیا کی چیزوں کو حاصل کرنے میں لگ جائوگے، پھر انہی میں لگ جائوگے، علم حاصل کرنے سے پہلے نکاح بھی نہ کرو، اس لیے کہ نکاح کے بعد علم حاصل کروگے، تو اہل وعیال کی ذمہ داریوں کی وجہ سے علم حاصل کرنا دشوار ہوجائے گا، جوانی، فارغ البالی اور یکسوئی کے زمانہ میں علم حاصل کرو، پھر شادی کرو، اس لیے کہ اہل وعیال کی کثرت سے ذہن پریشان ہوجاتاہے، لہذا مال کمانے کے بعد شادی کرو، بیوی کی ضروریات پوری کرنے پر جب تک قدرت اور اطمینان نہ ہو، اس وقت تک شادی نہ کرو۔

دوبیویوں کو ایک گھر میں نہ بسائو،بیوی کے سامنے اجنبی عورتوں کا تذکرہ نہ کرو؛کیونکہ بیوی بھی تمہارے سامنے اجنبی مردوں کا تذکرہ کرے گی(پھر لڑائی، جھگڑے شروع ہوں گے)،صاحبِ اولاد عورت سے نکاح نہ کرو،اس لیے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے فکر کرے گی اوران پر خرچ کرے گی،اس لیے کہ اس عورت کو اپنی اولاد زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

آدابِ گفتگو سے متعلق نصیحتیں

لوگوں کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کرو، جس چیز کے بارے میں سوال کیاجائے، اسی کے بارے میں گفتگو کرو، تجارت اور کاروبار کے بارے میں ہر گز بات چیت نہ کرو؛کیونکہ لوگ اس طرح کی بات چیت سے تمھیں مال کا حریص،لالچی اوررشوت خور سمجھیں گے، عوامی مجلس میں ہنسی مذاق نہ کرو،بار بار بازار کارخ نہ کرو۔

مراہق لڑکوں سے بات چیت نہ کرو؛کیونکہ مراہق لڑکے فتنوں کا سبب بن جاتے ہیں؛البتہ چھوٹے بچوں سے بات چیت کرنے اوران کے سرپرہاتھ پھیرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لوگوں کے فہم سے اونچی گفتگو نہ کرو

عوام الناس سے دین کے اصول کے بارے میں گفتگو نہ کرو(کیونکہ یہ گفتگو ان کے فہم سے بالاتر ہوتی ہے)پھر وہ لوگ بھی تمہاری اقتداء کرتے ہوئے دین کے اصول کے بارے میں بات چیت کریں گے،(پھر دینی فتنے وفسادات ہوں گے۔جو سوال کیاجائے،اسی کا جواب دو،سوال سے زائد جواب مت دو،اس لیے کہ جواب سمجھنے میں دشواری ہوگی، علمی مجلس میں غصہ نہ کرو، عوام کو قصے کہانیاں نہ سنائو،قصے کہانیاں سنانے والے کے لیے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔

بحث ومناظرہ کی مجلس میں خوف اور ہچکچاہٹ کے ساتھ ہر گز گفتگو نہ کرو،اس لیے کہ دل میں ڈر وخوف ہو گا،توزبان میں لڑکھڑاہٹ اور الفاظ میں بے ترتیبی پیداہو جاتی ہے،بےوقوف اورایسے کم علم لوگوں سے بات چیت مت کرو،جو بحث ومناظرہ کا علم نہیں رکھتے،ان کا مقصد صرف جاہ طلبی،شہرت اور تمہاری ذلت ورسوائی ہوتی ہے۔

بہت زیادہ ہنسی مذاق سے پرہیز کروکہ اس سے دل مردہ ہو جاتاہے،نیز عورتوں سے بھی بکثرت بات چیت اوران کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی احتیاط کروکہ اس سے بھی دل مردہ ہو جاتاہے،اطمینان وسکون کے ساتھ چلو،کسی معاملہ میں جلدبازی نہ کرو،جو شخص تمہیں پیچھے سے پکارے ،اس کو جواب نہ دو،اس لیے کہ جانور پیچھے سے پکارتے ہیں،جب بات چیت کرو،تو آواز بلند نہ کرو اور چیخیں نہ مارو،سکون وطمانیت اور سنجیدگی کی عادت بنا۔

علمی مشاغل کے اہتمام سے متعلق نصیحتیں

اگر روز گار کے بغیر دس سال کا عرصہ گزر جائے ،تب بھی علم دین سے بے رخی نہ کرو،اگر علم سے بے رخی کروگے،تو اللہ تعالی کے ارشاد کے مطابق:جو شخص ذکر (قرآن) سے بے رخی کرے گا،اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔

اپنے طلبہ کے ساتھ اپنی اولاد جیسا سلوک کرو، ان میں علم کا شوق اور رغبت پیدا ہو گی، عوام الناس میں سے کوئی بحث ومباحثہ کرے ،تواس کے ساتھ مت الجھو، ان کے ساتھ الجھنے سے تمہاری عزت پامال ہو گی، اظہارِ حق اوراحقاقِ حق میں کسی سے مرعوب نہ ہو؛ اگرچہ بادشاہ اورامراء کے سامنے اس کی نوبت پیش آئے،علم کی حفاظت کرو کہ تم اس سے دنیاوآخرت میں فائدہ اٹھاسکوگے۔

عبادت کاشوق اوراس کے اہتمام سے متعلق نصیحتیں

جب اذان ہو جائے،تو فوراً نماز کی تیاری کرواور سب سے پہلے مسجد جائو،عوام جتنے (نوافل) اعمال کرتے ہیں،تم ان سے زیادہ عمل کرو،اس لیے کہ جب عوام دیکھیں گے کہ تمہارے اندر عمل کی کمی وکوتاہی ہے، یاعوام سے کم نوافل کا اہتمام کرتے ہو،تو تمہارے متعلق بدکلامی اوربدگمانی کریں گے، ہم جاہل لوگ ہی بہتر ہیں کہ بہت سارے اعمال کرلیتے ہیں،یہ عالم صاحب بے کارہیں،اپنے علم سے خود فائدہ نہیں اٹھارہے ہیں۔

عوامی مجلس میں بکثرت اللہ کا ذکر کرو؛تاکہ تمہیں دیکھ کر وہ لوگ بھی اللہ کا ذکر کریں، فرض نمازوں کے بعد کچھ وظائف اپنے لیے مقرر کرلو،ان وظائف میں قرآن کی تلاوت،اللہ کا ذکر،اللہ کی نعمتوں پر شکر گزاری شامل کرو،ہر ماہ چند ایام روزہ کے لیے طے کرو جن میں تم روزہ رکھو، جتنی عبادات تم عوام کے لیے کافی سمجھتے ہو،اس سے زیادہ مقدار میں تم عبادات کا اہتمام کرو(علماء کے لئے نوافل کی مقدار عوام کی مقدار سے کہیں زیادہ ہونی چاہئے)اپنی ذات کا محاسبہ کرتے رہاکرو۔

موت کو یاد کرتے رہاکرو،اپنے اساتذہ کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہو،پابندی سے قرآن پاک کی تلاوت کرو،عام قبرستان،مشائخ کے مزارات اوربابرکت مقامات کی زیارت کرتے رہو،عالم کا معاملہ اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی خلوت کو جلوت نہ بنائے ،لہذا تم تنہائی میں اللہ کے لیے ایسے ہی رہو جیسے لوگوں کے سامنے رہتے ہو۔

نئے شہر اور نئے علاقے میں قیام سے متعلق نصیحتیں

اگر کسی نئے شہر میں جائو،تو اپنے لیے کوئی خاص مقام نہ بنائو؛بلکہ ایک عام آدمی کی طرح رہو؛تاکہ وہاں کے علماء کو اطمینان ہو جائے کہ تم ان کے مقام ومرتبہ کو چھیننے والے نہیں،ورنہ وہ تمہارے طوروطریقے پر طعن وتشنیع کریں گے،عام لوگ تمہارے خلاف چہ می گوئیاں کریں گے،تم خواہ مخواہ مطعون ومعیوب ہو جاؤگے۔

اگر اس شہر کے لوگ تم سے مسائل پوچھیں، تو تم مسائل مت بتاؤ؛ بلکہ مقامی علماء کے پاس بھیج دو۔ بحث و مناظروں میں شرکت نہ کرو، مقامی علماء سے جوبات کرو، واضح دلیل کے ساتھ بات کرو، ان کے اساتذہ کے خلاف زبان درازی نہ کرو ورنہ وہ تمہارے متعلق زبان درازی کریں گے، لوگوں کے ساتھ پوری احتیاط کے ساتھ معاملات کرو۔

سلطان (سرکاری افسران اور مال داروں) سے تعلقات اور قرب کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کرو، اگر بیان کروگے، تو لوگ اپنی ضرورتوں کو تمہارے سامنے پیش کریں گے، اگر تم سلطان (سرکاری افسران اور دیگر ذمہ داران) سے ان کی ضروریات پوری کرائوگے، تو لوگ تمہیں ذلیل ورسوا کریں گے (مداہن، چاپ لوس وغیرہ کا طعنہ دیں گے)، اگر تم سلطان (وسرکاری افسران اور دیگر ذمہ داران) سے ان کی ضرورتیں پوری نہیں کرائوگے، تو لوگ تم کو برابھلا کہیں گے (یہ شخص صرف اپنی فکر کرتا ہے دوسروں کا خیال نہیں کرتا وغیرہ)۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق نصیحتیں

لوگوں کی برائیوں کے پیچھے مت پڑو؛ بلکہ ان کی اچھائیوں پر نظر رکھو، اگر کسی شخص میں کوئی عیب وبرائی نظر آئے، تو اس کو دوسروں کے سامنے بیان نہ کرو، الا یہ کوئی دینی ضرورت ہو، تو بیان کردینا چاہیے؛ تاکہ لوگ اس کی برائی سے محفوظ رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاسق شخص کی برائی بیان کرو؛ تاکہ لوگ اس کی برائی سے بچ جائیں، اگر کسی عالی جناب میں کوئی دینی خرابی نظر آئے، تو اس کے مقام ومرتبہ سے مرعوب ہوئے بغیر واضح کردو، اللہ تعالی تمہاری مدد ونصرت کرے گا، جب ایک مرتبہ اس طرح حق کا اظہار کروگے، تو پھر کسی شخص کو بدعات وخرافات کے ارتکاب کی ہمت نہیں ہوگی۔

جب تم سلطان (ذمہ داران) سے کوئی خلافِ شرع کام دیکھو، تو ان کی اطاعت واحترام کے ساتھ ان کو متنبہ کردو، نرم لہجہ میں کہو کہ سلطان وذمہ داران کی اطاعت ہم پر لازم ہے، ہم ضرور آپ کی اطاعت واحترام کریں گے؛ لیکن تمہارا فلاں کام شریعت کے خلاف ہے۔

بادشاہ وسلطان کو ایک بار دوبار تنبیہ کردینا کافی ہے، باربار تنبیہ کروگے، تو وہ تمہاری توہین وتذلیل کرے گا جو دین کی توہین وتذلیل کے مترادف ہے، ایک بار دوبار تنبیہ کرنے کے باوجود منکر کو ترک نہ کرے، تو بادشاہ وسلطان سے تنہائی میں خیر خواہی کے ساتھ بات کرو، کتاب وسنت کو پیش کرو، اگر وہ قبول کرلیں، تو بہت اچھی بات ہے، ورنہ اللہ تعالی سے دعا کرو کہ اللہ تعالی اس سے تمہاری حفاظت فرمائے، میری ان نصیحتوں کو قبول کرو۔! یہ نصیحتیں تمہیں دنیا وآخرت میں کام دیں گی۔

مروت اور اخلاق کا مظاہرے سے متعلق نصیحتیں

تقوی اور امانت کو لازم پکڑو، عوام وخواص کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو، بخیلی وکنجوسی سے بچو کہ آدمی اس سے ذلیل ورسوا ہوجاتا ہے، لالچی اور جھوٹے نہ بنو، گول مول گفتگو کرنے والے نہ بنو، تمام امور میں متانت وسنجیدگی کو لازم پکڑو، ہر حالت میں سفید لباس کا اہتمام کرو، ریشمی لباس نہ پہنو۔

استغناء، دنیا سے بے رغبتی اور حرص وہوا سے پاک زندگی گزارو، تم تنگ دست و فقیر ہو، تب بھی بے نیازی کا اظہار کرو، ہمت و حوصلہ بلند رکھو، ہمت و حوصلہ بلند ہو، تو تمہارا مقام و مرتبہ بھی بلند ہو گا، جب راستہ چلو، ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نہ چلو؛ بلکہ نگاہ نیچی کرتے ہوئے چلو، راستوں پر مت بیٹھا کرو، اگر اس کی ضرورت (کسی کے انتظار کی وجہ سے) پیش ہی آجائے، تو مسجد میں بیٹھا کرو، دکانوں پر مت بیٹھا کرو، بازار اور مساجد میں کھانا پینا نہ کرو۔

پڑوسی کے احوال تمہارے پاس امانت

نفسانی خواہشات کی اتباع کرنے والوں کی صحبت سے بچو، لعن طعن اور برا بھلا کہنے کی عادت مت ڈالو، پڑوسی کے احوال تمہارے پاس امانت ہیں، ان کے احوال و عیوب کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کرو، کسی کی راز کی باتوں کا افشا نہ کرو، تم سے کوئی مشورہ کرے، تو اس طرح مشورہ دو کہ تمہیں اللہ کا قرب حاصل ہو۔

جب حمام اور کسی ضرورت کی جگہوں پر جاؤ، تو عام لوگوں سے زیادہ کرایہ ادا کرو؛ تاکہ تمہاری شرافت کا مظاہرہ ہو، جب بڑے لوگوں کے پاس جاؤ، تو جب تک وہ تم کو بڑا نہ بنائیں، تم خود سے بڑے نہ بنو، جب کسی بستی و محلہ میں جاؤ، تو جب تک وہ تمہیں عظمت و احترام کے ساتھ امامت کے لیے آگے نہ کریں، تم آگے نہ بڑھو۔

سلاطین اور (مالداروں) کے فیصلوں کی مجلسوں میں نہ جاؤ؛ البتہ اگر وہ فیصلوں اور مقدمات میں تمہاری بات کو قبول کریں، تو ان کی مجلس میں جانے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ اگر وہ غلط فیصلہ کریں اور تم خاموشی اختیار کرو، تو لوگ سمجھیں گے وہ حق کے مطابق صحیح فیصلہ ہوا ہے؛ حالانکہ وہ غلط ہے۔

اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھو، ان نصیحتوں پر عمل کرو، میں نے تمہارے اور مسلمانوں کے فائدہ کے لیے یہ نصیحتیں کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان نصیحتوں پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین یارب العالمین)



اہل بیت کون؟ (سوم)

ڈاکٹر محمد عثمان غنی

تعارف اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

1۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں پہلے حضرت قاسم پیدا ہوے جو سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور بعثتِ نبوت سے پہلے ہی انتقال فرما گئے۔ دو سال کی عمر پائی انہیں کے نام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ مکہ میں ولادت ہوئی اور وہیں انتقال ہوا۔ (زرقانی ج3 ص24)

2۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادہ کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ ہے اور حضرت قاسم کی طرح ان کی والدہ کا نام بھی حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا ہے۔ حضرت عبداللہ اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور ایک سال چھ ماہ آٹھ دن زندہ رہے اور طائف میں وفات پائی۔

3۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اولاد ہیں جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعاعنہا کے بطن سے پیدا ہوئے ۔یہ 8 ہجری کا واقعہ ہے حضرت ابو رافع نے حاضر ہو کر ولادت کی خوشخبری دی اس بشارت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع کو ایک غلام عنایت فرمایا۔ساتویں روز اس شہزادہ رسول کا عقیقہ کیا۔دو مینڈھے ذبح کرائے سر منڈایا بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔بال زمین میں دفن کئے۔ ابراہیم نام رکھا۔تقریباً سولہ ماہ زندہ رہ کر 10 ہجری میں انتقال فرمایا۔

بنات اربعہ بحوالہ زادالمعاد لابن قیم:

1۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، بعثتِ نبوی سے دس سال قبل پیدا ہوئیں، ان کا نکاح اپنے خالہ زاد حضرت ابو العاص لقیط بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

۸ ہجری میں اکتیس سال کی عمر میں وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی، خود قبر مبارک میں اُترے اور اپنی لختِ جگر کو حزن و ملال کے ساتھ قبر میں اُتارا۔(طبقات ابن سعد)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک بیٹی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

2۔سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں، ان کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ سن ۲ھ میں جب غزوۂ بدر ہوا، انہی دنوں میں وفات پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہی کی دیکھ بھال کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعزازاً اُن کو بدریین میں شامل فرمایا اور غنائم سے حصہ بھی دیا۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا ہوا، جس کا نام عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھا۔

3۔سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سن ۳ھ میں ان کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چھ برس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں، سن ۹ھ میں رحلت فرمائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی، تدفین کے بعد قبر پر بیٹھے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

4۔سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی، لاڈلی اور چہیتی صاحبزادی ہیں، نام فاطمہ اور لقب زہراء ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:"فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔"اور فرمایا کہ:"فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔"(صحیح بخاری)

ان کا نکاح پندرہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں ذی الحجہ سن ۲ھ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳/ رمضان المبارک سن ۱۱ھ میں وفات پائی۔ سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور بعض روایات کے مطابق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پانچ بچے ہوئے، تین بیٹے: حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن رضی اللہ عنہم۔ دو بیٹیاں: سیدہ زینب اور سیدہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہما۔

بیٹیوں کی تفصیل: اہلِ تشیع کا ماننا ہے کہ حضور ﷺ کی ایک ہی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید اور احادیث پیغمبری سے حضور ﷺ کی بیٹیوں کا ثبوت ملتا ہے۔

دلائل:

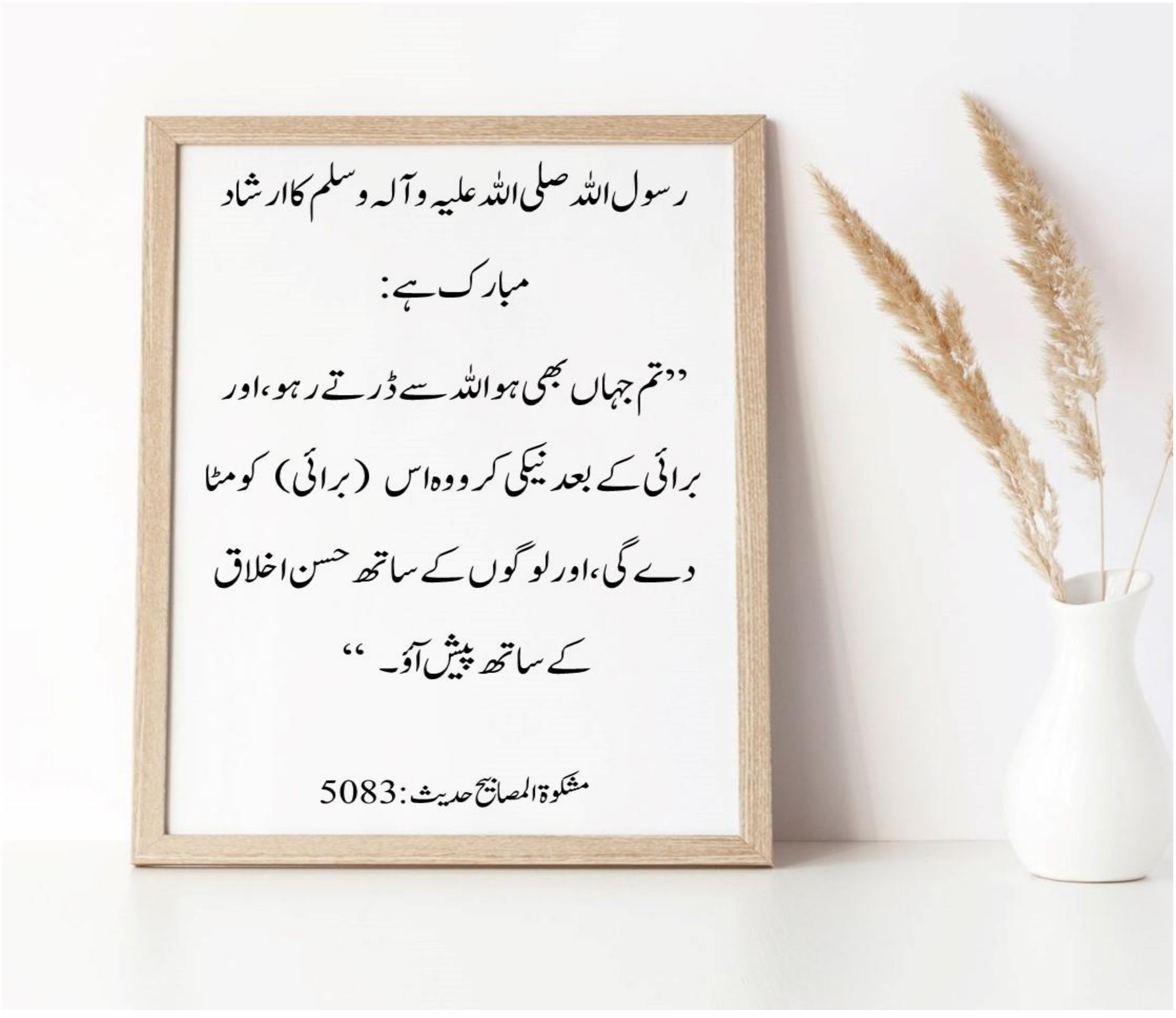
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا(59)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکایا کریں۔ اس سے بہت جلد انکی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیںگی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظِ بنات جمع ہے بنت کی۔ بنت عربی میں ایک بیٹی اور بنات 3 یا 3 سے زیادہ بیٹیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(کلیہ یہ ہے کہ واحد ایک کے لیے اور جمع کا اطلاق تین یا تین سے زیادہ پر ہوتا ہے۔)

دَخَلَ عَلَيْنَا النبيُّ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ، فَقالَ: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِن ذلك، إنْ رَأَيْتُنَّ ذلكَ، بمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ في الآخِرَةِ كَافُورًا، أَوْ شيئًا مِن كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فأَلْقَى إِلَيْنَا حَقْوَهُ، فَقالَ: أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ. [وفي رواية]: قالَتْ: مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. [وفي رواية]: تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النبيِّ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ. وفي حَديثِ ابْنِ عُلَيَّةَ قالَتْ: أَتَانَا رَسولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ. وفي حَديثِ مَالِكٍ قالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ. [وفي رواية]: ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ سَبْعًا، أَوْ أَكْثَرَ مِن ذَلِك، إنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكِ فَقالَتْ حَفْصَةُ، عن أُمِّ عَطِيَّةَ: وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

الراوي: أم عطية نسيبة بنت كعب | المحدث: مسلم | المصدر: صحيح مسلم | الصفحة أو الرقم}: 939 | خلاصة حكم المحدث: صحيح)





میزاب رحمت کے نیچے دعا

مفتی مبین الرحمن، فاضل جامعہ دارالعلوم

بارش کے دوران بیت اللہ کے میزاب کے نیچے کھڑے ہونے کی شرعی حیثیت:

۱۔ ”میزاب“ پرنالے کو کہتے ہیں جس کے ذریعے بارش کا پانی نیچے گرتا ہے۔ کعبۃ اللہ یعنی بیت اللہ کے پرنالے کو بھی میزاب کہا جاتا ہے، بہت سے لوگ اس کو میزابِ رحمت بھی کہتے ہیں۔

۲۔ بعض حضرات نے امام حسن بصری تابعی اور امام عطا تابعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بیت اللہ کے میزاب کے نیچے بھی دعا کی قبولیت کا مقام ہے۔ اس لیے اس میزاب کے نیچے دعا مانگنے کا اہتمام بہتر ہے۔

۳۔ مذکورہ جلیل القدر حضرات کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کے میزاب کے نیچے دعا مانگنے کا اہتمام کرنا چاہیے، لیکن اس میں بارش کی تخصیص نہیں ہے، اس لیے خواہ بارش ہو یا نہ ہو؛ بہر دو صورت میزاب کے نیچے دعا مانگنا درست بلکہ مفید ہے۔ البتہ بعض احادیث کی رو سے بارش میں بھی دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے اگر کوئی بارش کے دوران کعبہ کے میزاب کے نیچے دعا مانگے تو اس کی قبولیت کی امید مزید بڑھ جاتی ہے کہ ایک تو میزاب کے نیچے دعا مانگی جارہی ہے اور دوسرا یہ کہ بارش میں دعا مانگی جارہی ہے۔

۴۔ بارش کے دوران کعبے کے میزاب کے نیچے دعا مانگے بغیر فقط وہاں کھڑے ہونے کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں، اس لیے اس کو خود ساختہ فضیلت دینے اور اس بنیاد پر یہ عمل کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی شخص بارش کے دوران میزاب کے نیچے کھڑا ہو جائے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں بشرطیکہ اس کو شرعی حدود میں رکھا جائے اور اس کے لیے کوئی خودساختہ فضیلت یا عقیدہ نہ گھڑا جائے۔

روایات

الأذكار النووية للإمام النووي:

وحُكي عن الحسن رحمه الله أن الدعاء يُستجاب هنالك في خمسة عشر موضعا: في الطواف، وعند الملتزم، وتحت الميزاب، وفي البيت، وعند زمزم، وعلى الصفا والمروة، وفي المسعى، وخلف المقام، وفي عرفات، وفي المزدلفة، وفي منى، وعند الجمرات الثلاث، فمحروم مَن لا يَجتهد في الدعاء فيها. (أذكار الحجّ)

أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار:

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمٍ: حَدَّثَنَا الزَّنْجِيُّ مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَامَ تَحْتَ مِيزَابِ الْكَعْبَةِ فَدَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ وَخَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ. (مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ وَالصَّلَاةِ عِنْدَ مُثْعَبِ الْكَعْبَةِ)

المستدرك على الصحيحين:

2534- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذٍ الْعَدْلُ: ثنا عُبَيْدُ بْنُ شَرِيكٍ الْبَزَّازُ: ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: ثنا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ -أَوْ قَالَ: قَلَّ مَا تُرَدَّانِ-: الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، أَوْ عِنْدَ الْبَأْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا». قَالَ مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ: وَحَدَّثَنِي رِزْقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «وَتَحْتَ الْمَطَرِ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

التعليق من «تلخيص الذهبي»: صحيح. (كتاب الجهاد)



شذرات علمیہ

سمیع اللہ حضروی صاحب

سرکار

یہ فارسی زبان سے اردو میں داخل ہوا ہے۔ بلحاظِ جنس مؤنث ہے لیکن بعض مقام پر مذکر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ مفرد نہیں بلکہ مرکب ہے۔ سر + کار۔ قواعد کی رُو سے مرکبِ اضافی ہے لیکن عکِ اضافت سے سر کے "ر" سے علامتِ اضافت (زیر) دور کر دی گئی ہے۔

فارسی میں "سر" سے مراد فرماں بردار مطیع وغیرہ ہے اور "کار" لاحقہ فاعلی ہے۔ اس طرح سرکار کا لفظی معنی اپنے مطیع یا فرماں بردار کے کام آنے والا۔

اس لفظ کے مختلف معانی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

1) خدمت، دربار، حضور، امراء وغیرہ کی سجائی گئی مجلس۔
2) شاہی عدالت جو فریاد رسی یا فیصلہ کرنے کے لیے قائم کی جاتی ہے۔

3) حکومت، ریاست، بادشاہی، مملکت، گورنمنٹ، صدر مقام، دارالحکومت۔

4) (تعظیم کے طور پر) رئیس، دولت مند شخص۔

5) بطور کنایہ نبی الکریم ﷺ

6) (کنایۃً) محبوب، معشوق۔

7) (بلحاظِ مذکر کلمہ تعظیمی) آقا مالک، حضرت وغیرہ۔

8) انتظام یا بندوبست کرنے والا، منتظم، نگران، افسر۔

9) لفظ سرکار کنایہ کے طور پر اولاد، خاندان، مرتبہ اور عزت کے لیے بھی مستعمل ہے۔

10) حضور، رحمتِ خداوندی اور مشیتِ خداوندی کے لیے بھی مجازً مستعمل ہے۔

نویسی اور نگاری:

لاحقہ فاعلی نویس اور نگار کے ساتھ یائے کیفیت / مصدری لگا کر نویسی اور نگاری بطور اسمِ کیفیت یا مصدری معنوں مستعمل ہیں۔

یوں تو یہ لاحقے لکھائی کے طور پر مترادف ہی خیال کیے جاتے ہیں جیسے:

مضمون نویسی (مضمون لکھنا)۔ مضمون نگاری وغیرہ۔

لیکن دونوں میں یہ فرق ہے کہ اگر تحریر سادہ لکھی جائے تو "نویسی" کا استعمال ہوگا اور اگر تحریر میں لفاظی، تراکیب، محاورات اور تمثیل نگاری وغیرہ سے کام لیا جائے تاکہ تحریر میں زیبایش و آراستگی کی خوبی پیدا ہو تو پھر اس صورت میں "نگاری" کا استعمال کیا جائے گا۔ جیسے:

سیرت نگاری۔ مضمون نگاری وغیرہ۔

حضرت طلحہؓ کا ایمان لانا



مولانا محمد سہیل نواز عثمانی

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ عشرہ مبشرہؓ میں سے ہیں۔ مکہ مکرمہ کے باسی اور تجارت پیشہ تھے۔ قریش مکہ کے ہمراہ شام کے مشہور قصبے بصری کے بازار میں مقیم تھے کہ اچانک ایک عیسائی پادری کو لوگوں میں اعلان کرتے سنا کہ تمہارے درمیان اہل حرم میں سے کوئی شخص ہے۔

اتفاق کی بات کہ میں اس کے قریب ہی تھا میں لپک کر اس کی طرف بڑھا اور کہا:

"جی ہاں! میں مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہوں۔"

پادری کہنے لگا: "کیا تمہارے ہاں احمد نامی کوئی شخصیت ہے۔"

میں نے پادری سے کہا: "کون احمد؟"

پادری کہنے لگا: "احمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب وہ اس شہرت کا حامل ہو گا۔ اور وہ آخری نبی ہے۔ وہ مکے کا رہنے والا ہو گا اور وہاں سے ہجرت کر کے کالے پتھروں کی سرزمین جس میں کھجور کے باغات ہیں جائے گا۔"

"فَإِيَّاكَ أَنْ تُسْبَقَ إِلَيْهِ يَا فَتَى"

"اے نوجوان! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اس کی دعوت کو قبول کرنے میں دوسرے تم پر سبقت نہ لے جائیں۔"

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ اس پادری کی بات میرے دل میں گھر کر گئی۔ میں اپنے اونٹوں کی طرف گیا ان کے اوپر پالان رکھا، ساز و سامان لادا اور واپس وطن کی طرف روانہ ہوا۔ ہمارا قافلہ جلد پہنچ گیا۔ میں نے گھر پہنچتے ہی اپنے گھر والوں سے پوچھا:

"أَكَانَ مِنْ حَدِيثٍ بَعْدَنَا فِي مَكَّةَ"

کیا ہمارے سفر کے دوران کوئی خاص واقع پیش آیا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں:

"قَامَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ تَبِعَهُ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ"

محمد بن عبد اللہ (ﷺ) نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ اور ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابو بکر صدیقؓ) نے ان کی تصدیق بھی کر دی ہے۔

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں: میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ بڑے نرم خو بڑے محبوب اور کریم شخص تھے، اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک تاجر تھے، حق و انصاف کے خوگر تھے ہم ان سے بڑی محبت کرتے تھے، ہم ان کی مجالس میں بیٹھا کرتے تھے۔ میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا:

"أَحَقًّا مَا يُقَالُ مِنْ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَظْهَرَ النُّبُوَّةَ وَأَنَّكَ اتَّبَعْتَه"

"کیا جو باتیں ہم سن رہے ہیں وہ درست ہیں کہ محمد بن عبد اللہ (ﷺ) نے نبوت کا اظہار کیا ہے اور آپ نے ان کی پیروی کی ہے اور ان کو مان لیا ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: "ہاں تم نے جو کچھ سنا ہے وہ درست ہے۔" اور پھر انہوں نے اللہ کے رسول کی باتیں سنانا شروع کر دیں، اور مجھے ترغیب دلائی کہ میں بھی ان کا ساتھی بن جاؤں میں نے ان کو پادری کی باتیں سنائیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بڑا تعجب ہوا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ چلو محمد (ﷺ) کے پاس چلتے ہیں اور ان کو یہ واقعہ سناتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اور تم بھی اللہ کے دین میں داخل ہو جاؤ۔

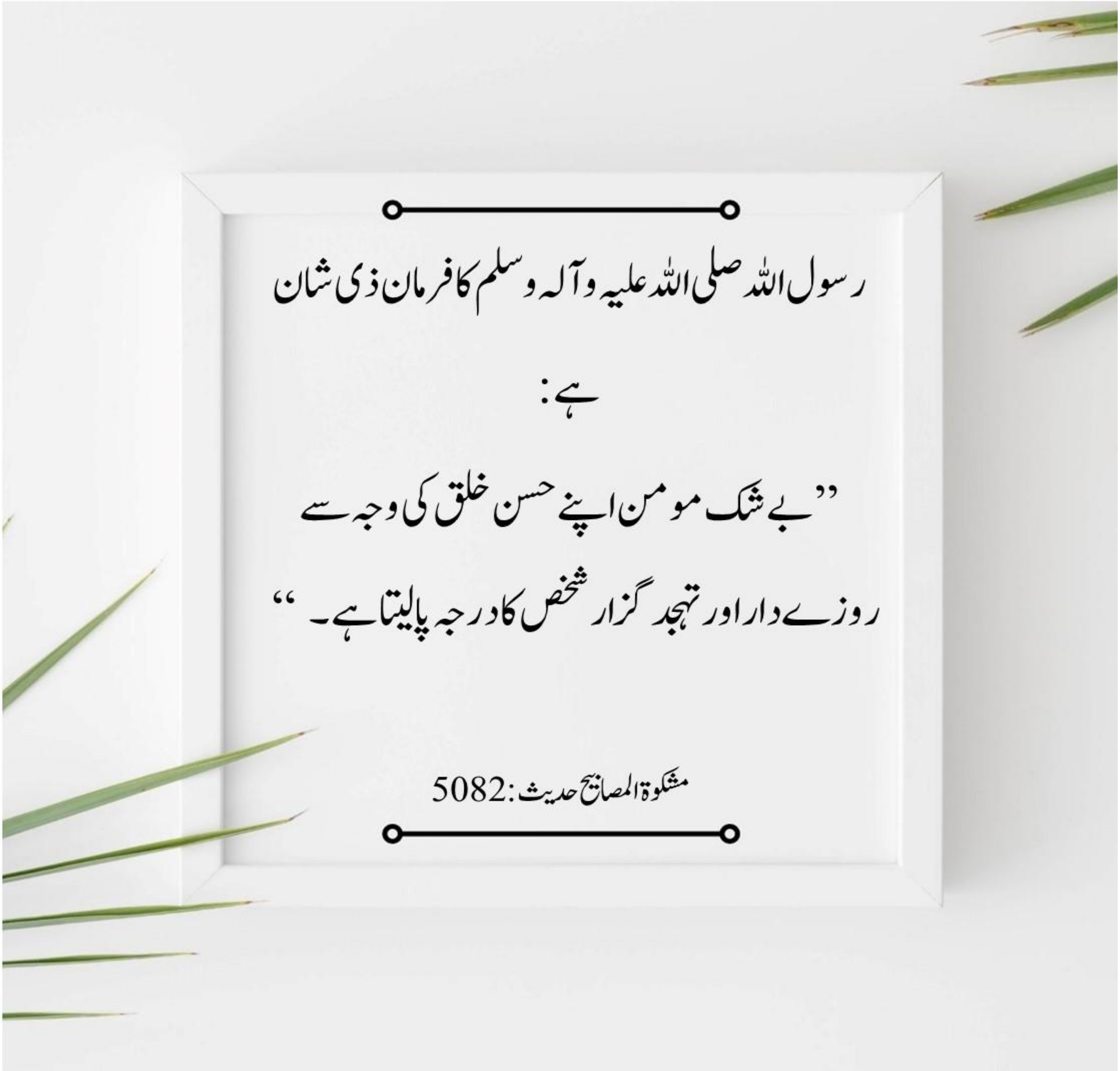
حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی معیت میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھے قرآن کریم کا کچھ حصہ سنایا اور مجھے دنیا و آخرت کی خوشخبری دی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو اسلام کی دعوت کے لیے کھول دیا۔ میں نے آپ ﷺ کو بصری کے پادری کا واقعہ سنایا۔

"فَسُرَّ بِهَا سُرُورًا بَدَا عَلَى وَجْهِهِ"

آپ ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے جس کے آثار آپ کے چہرہ اقدس پر نمایاں تھے۔"

"فَأَعْلَنْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ"

پھر میں نے آپ کے دست حق پرست پر کلمہ شہادت پڑھا۔ اس طرح میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ذریعے اسلام لانے والا چوتھا آدمی تھا۔







روحانی تربیت



حافظ عثمان شیرازی

اکثر نوجوان، خواتین و حضرات سوال کرتے ہیں کہ ہم سے گناہ نہیں چھوٹتے تو کیا کریں؟

ان سب سے گزارش ہے صرف ایک ماہ کے لیے میری ان باتوں پر عمل کر کے دیکھیں۔ عام طور پر میں اپنے کسی بھی عمل پر دعوی نہیں کرتا لیکن ان باتوں پر میرا دعوی ہے گنہگار سے گنہگار بھی اللہ تعالی کا دوست بن جائے گا۔

1) ہر وقت باوضو رہنے کی عادت ڈالیں۔
2) اپنے بدن کو پاک صاف رکھیں۔
3) صاف کپڑے پہنیں اور خوشبو کا استعمال کریں۔
4) موبائل کا بقدر ضرورت استعمال کریں سوشل میڈیا اور تمام برے مواد سے اپنے اپ کو محفوظ رکھیں دوستوں سے کم میل جول کریں۔
5) رات سونے سے پہلے قران مجید کی تلاوت یا اسلامی کتاب پڑھ کر سوئیں۔
6) روزانہ ایک ہزار مرتبہ یَا مُنْتَقِمُ پڑھیں یہ عمل ایسا ہے ضدی سے ضدی گناہ بھی چھڑا دیتا ہے۔
7) عصر سے مغرب کے درمیان کثرت سے درود شریف کا اہتمام کریں۔
8) مغرب کے بعد سورۃ واقعہ اور عشاء کے بعد سورۃ الملک پڑھیں۔

ایک ماہ میری مان کر ان باتوں پر عمل کریں ان شاءاللہ تعالی روحانیت رضائے الہی اور اپنے اندر حیرت انگیز تبدیلی دیکھیں اور اپنا مستقبل بہتر بنائیں۔



کیا آپ مجھے وہاں یاد رکھیں گے۔

ڈاکٹر مفتی عتیق الرحمن

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

جب اہل جنت جنت میں داخل کیے جائیں گے اور وہ وہاں ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جن کے ساتھ وہ دنیا میں خیر کے کاموں پر ہوا کرتے تھے تو وہ ان کے بارے میں رب العزت سے سوال کریں گے اور کہیں گے۔

اے ہمارے رب! ہمارے بھائی ہوا کرتے تھے جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور روزے رکھتے تھے۔

ہم انہیں یہاں نہیں دیکھتے۔ تو اللہ پاک فرمائے گا: جاؤ آگ سے انہیں نکال لاؤ جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے۔

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

مؤمن دوست بنانے میں کثرت سے کام لو کیونکہ قیامت کے دن ان کے لیے شفاعت (کرنے کا اختیار) ہو گا۔

وفادار دوست: وہ ہے جو تمہارے ساتھ جنت تک جائے!

ابن جوزي رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اگر تم جنت میں مجھے اپنے درمیان نہ پاؤ تو میرے بارے میں سوال کرنا پھر کہنا۔

اے ہمارے رب! تیرا فلاں بندہ ہمیں تیری یاد دلاتا تھا۔ یہ کہہ کر امام ابن جوزیؒ زارو قطار رونے لگے۔





سیکھتے سیکھتے

محمد حفص فاروقی



سیکھتے سیکھتے گاڑی چلانا آ ہی جاتی ہے۔ سیکھتے سیکھتے کھانا پکانا آ ہی جاتا ہے۔ سیکھتے سیکھتے چلنا آ ہی جاتا ہے۔ سیکھتے سیکھتے کمپیوٹر چلانا آ ہی جاتا ہے۔ سیکھتے سیکھتے موبائل چلانا آ ہی جاتا ہے۔

تو سیکھتے سیکھتے دین اسلام کیوں نہیں آ سکتا؟

بات یہ ہے کہ دین اسلام سیکھنا ہی نہیں چاہتے اس کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں۔

لیکن باقی سب چیزوں کیلیئے بہت وقت ہے۔

انگریزی آ جاتی ہے۔

کمپیوٹر آ جاتا ہے۔

موبائل آجاتا ہے۔

ریاضی آجاتی ہے۔

فزکس آجاتی ہے۔

کیمسٹری آجاتی ہے۔

بوٹنی آجاتی ہے۔

بائیولوجی بھی آجاتی ہے۔

نہیں آتاتو اسلام سمجھ میں نہیں آتا، ایسے ہی قرآن سمجھ نہیں آتا، حتٰی کے بہت سارے لوگوں کو پڑھناتک نہیں آتا۔۔۔

نماز سمجھ میں نہیں آتی۔۔۔۔۔کیونکہ۔۔۔۔۔۔دراصل ہم سمجھناہی نہیں چاہتے۔

جب تک ہم دین اسلام کو نہیں سیکھیں گے، اس کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرینگے، اس کی تعلیم کے لیے جستجو نہیں کرینگے اس وقت ہم دین اسلام نہیں سیکھ سکتے۔ جیسے سائنس، بوٹنی، ریاضی بغیر سکول گئے بغیر ٹیچر کے ہم نہیں سیکھ سکتے اسی طرح دین اسلام بھی بغیر استاد کے سیکھنا اور بالخصوص سمجھنا ناممکن ہے۔

آپ جس بھی شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہیں یا جس شعبہ میں پڑھتے ہیں پڑھیں اچھی بات ہے، لیکن اس کے ساتھ دین اسلام کو سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کریں۔ دنیا کا علم یہیں رہ جائے گا اور دین اسلام کا علم آخرت میں ساتھ جائے گا۔

مترادفات القرآن



طاہرہ فاطمہ

آزاد

آزاد کے لیے حرّ، محصن اور محصنات اور سدی کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

1: حرّ

بمعنی آزاد (ضد عبد یعنی غلام) یعنی ایسا شخص جو کسی کا غلام نہ ہو۔ قرآن کریم میں ہے:

اَلۡحُرُّ بِالۡحُرِّ وَالۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ وَالۡاُنۡثٰى بِالۡاُنۡثٰى (سورۃ البقرۃ آیت 178)

اس طرح پر کہ آزاد کے بدلے آزاد مارا جائے اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

2: محصن:

حصن کے معنی قلعہ یا پناہ گاہ کے ہیں اور ابن الفارس کے نزدیک اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ حفاظت، احاطہ اور پناہ۔ اور احصار میں بھی بنیادی طور پر انہی باتوں کا تصور پایا جاتا ہے۔

احصان بھی دو قسم پر ہے ایک یہ کہ آزادی اور اس کا شرف غلامی کے مقابلے میں بذات خود ایک قلعہ کا کام دیتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ محصن یا محصنات اگر عفیف یا عفیفہ کے معنی میں توص کو زبر اور زیر دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور اگر حرمت کے بعد یہ لفظ توص پر زبر ہی پڑھا جائے گا اور اس کا معنی صرف شادی شدہ ہو گا (م ف) لونڈی اور غلام کے مقابلہ میں آزاد مرد اور عورت اپنی عصمت کی حفاظت کرنے میں بہت حد تک آزاد ہیں۔ ایک تو لونڈی غلام کو کام کاج کے لیے باہر جانا پڑتا ہے اور وہ معاشرہ میں کمتر درجہ رکھنے کے باعث فحاشی کے زیادہ مرتکب یا شکار ہو جاتے تھے۔ دوسرے اس وقت کا یہ دستور بھی تا کہ مالک محض لالچ کی خاطر اپنی لونڈی سے پیشہ کرواتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اس مکروہ کاروبار سے بشدّت منع فرما دیا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (سورۃ النور آیت 33)

اور تم اپنی باندیوں کو دنیوی زندگی کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامن (یا حفاظتِ نکاح میں) رہنا چاہتی ہیں

نیز فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ (سورۃ النساء آیت 25)

اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے تو مومن باندیوں ہی سے جو تمہارے قبضے میں آ گئی ہوں نکاح کر لے۔

اس آیت میں محصنات کا لفظ آزاد اور کنواری عورتوں کے استعمال ہوا ہے۔ شادی شدہ عورتوں کو اپنی عصمت کی حفاظت کے اور بھی زیادہ مواقع میسر آتے ہیں۔ نکاح کے بعد شہوت کی تسکین اور مرد کی غیرت عورت کو فحاشی سے بچانے کے لیے مضبوط قلعہ کا کام دیتی ہے۔ درج ذیل آیت میں محصنات کا لفظ صرف شادی شدہ عورت کا مفہوم واضح کر رہا ہے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (سورۃ النساء آیت 24)

اور شوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں مگر وہ جو قید ہو کر باندیوں کے طور پر تمہارے قبضے میں آ جائیں۔

گویا احصان کا لفظ اپنی عصمت و عفت کی حفاظت میں آزاد ہونے کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔

3: سُدًی

سدی الناقۃ بمعنی اونٹنی نے اپنی چال میں فراخ قدم رکھا اور سادی اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو اپنی چال میں کھلے کھلے قدم رکھے (منجد) اور سدی بمعنی شتر بے مہار جس پر کوئی پابندی نہ ہو۔

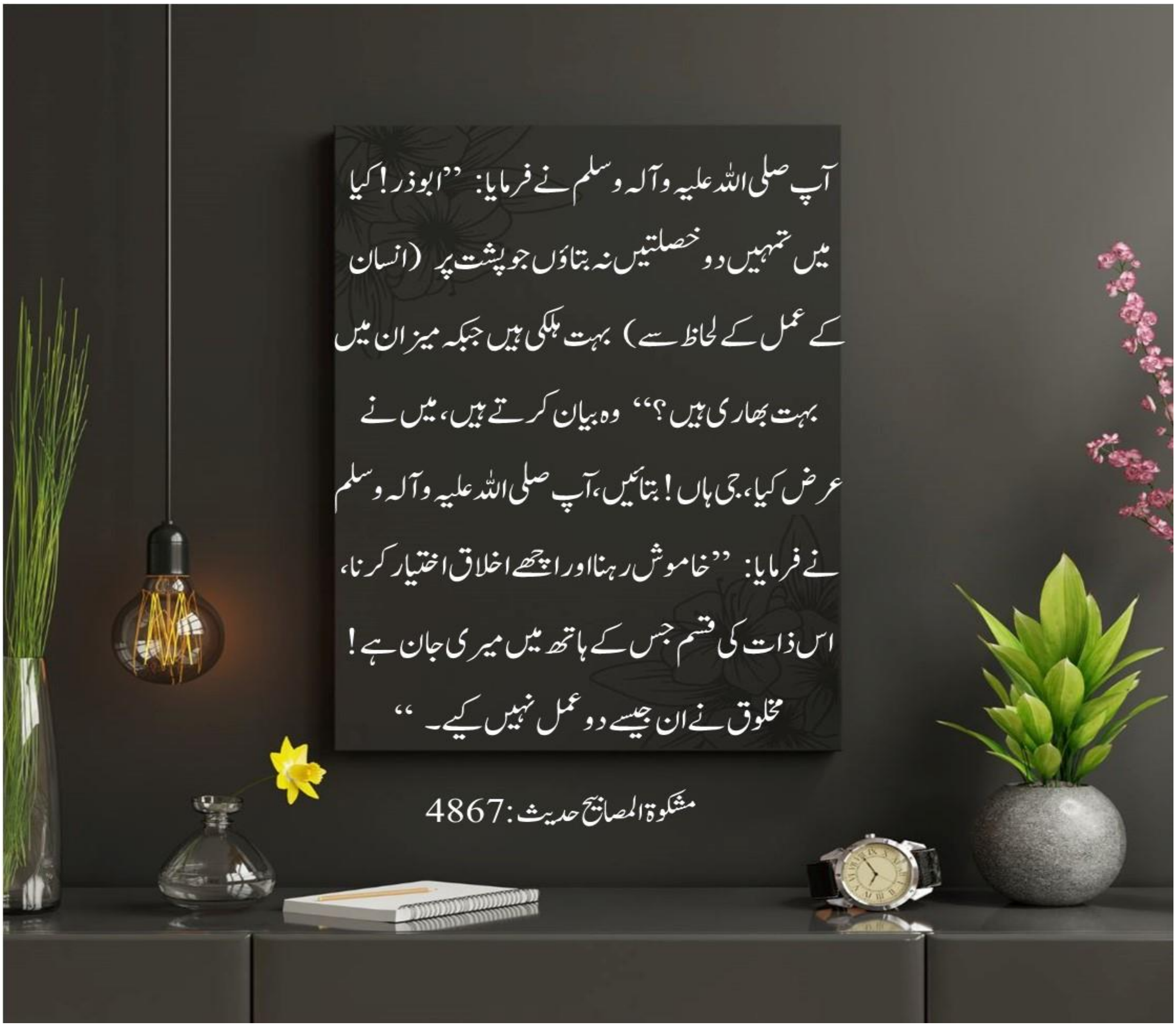
ارشاد باری ہے:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی (سورۃ قیامۃ آیت 36)

کیا اِنسان یہ خیال کرتا ہے کہ اُسے بے کار (بغیر حساب و کتاب کے) چھوڑ دیا جائے گا۔

ما حصل:

- حر: عبد کے مقابلے میں آزاد
- محصن: اپنی عصمت کی حفاظت کرنے میں آزاد
- سدی: شتر بے مہار





نام ونسب:۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ بن عبد اللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصہ ہیں آپؓ کی وفات کے بعد نبی اکرم ﷺ نے آپؓ کی بہن میمونہ بنت حارثؓ سے شادی فرمائی۔ ان دونوں کی والدہ ہند بنت عوف تھیں۔

نکاح:۔

سرورِ کائنات ﷺ کے عقد میں آنے سے پہلے اصح قول کے مطابق آپ حضرت سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ ازواج میں منسلک تھیں۔(المواہب اللدنیہ، ج1، ص 411)

حضرت عبد اللہ بن جحش یہ رسولِ کریم، رؤف رحیم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور قدیم الاسلام صحابہؓ میں شامل ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم (مکہ مکرمہ) میں تشریف لے جانے سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ غزوۂ بدر و احد میں شرکت کی اور احد میں ہی جامِ شہادت نوش فرمایا۔(اسد الغابہ، ج3، ص195)

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپؓ نے حضور ﷺ کی زوجیت کا شرف پایا اور ام المؤمنین کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئیں۔ اس وقت حرمِ نبوی میں تین ازواجِ مطہرات حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت سودہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہؓ پہلے سے موجود تھیں جبکہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا کم و بیش چھ برس پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے اپنا معاملہ آپ ﷺ کے سپرد کر دیا، پھر سرکارِ دوعالم ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا اور ساڑھے بارہ اوقیہ مہرِ نکاح مقرر فرمایا۔ (طبقات ابن سعد، ج8، ص91)

ام المساکین:۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ بعض معاملات میں دیگر ازدواج مطہرات سے آگے نظر آتی ہیں۔ بڑی رحم دل، منکسر المزاج، اور سخی تھیں۔ ہمہ وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتی تھیں اور ہمیشہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتی تھیں۔ اگرچہ ان کا بچپن بڑے ناز و نعم میں گزرا، لیکن اس دور کی دوسری بچیوں کی بہ نسبت حضرت زینبؓ بڑی منفرد تھیں۔ بچپن ہی سے انھیں غریبوں، مسکینوں اور فاقہ مستوں کو کھانا کھلانے کا بڑا شوق وذوق تھا۔ جب تک وہ کسی کو کھانا نہ کھلا لیتیں انھیں سکون محسوس نہ ملتا تھا۔ ان کے باپ خزیمہ کا شمار اس زمانے کے بڑے رئیسوں میں ہوتا تھا۔ ان کے پاس کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ باوجود اس دولت وثروت کے حضرت زینب بنت خزیمہؓ کے اندر بچپن ہی سے عاجزی، انکساری اور فیاضی کی صفات پائی جاتی تھیں۔ اسی وجہ سے زمانہ جاہلیت سے ہی لوگ ان کی اس صفت کی وجہ سے ان کو 'ام المساکین' کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے۔ چناں چہ ابن ہشام لکھتے ہیں:

"حضرت زینب بنت خزیمہؓ کو ان کی رحم دلی اور نرمی کی وجہ سے 'ام المساکین' کہا جاتا تھا"

الاستیعاب اور الاصابۃ میں ہے:

"انہیں ام المساکین کہا جاتا تھا، کیوں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتی تھیں اور انہیں صدقہ خیرات دیتی تھیں۔"

اسی طرح کے الفاظ تاریخ الطبری اور شذرات الذہب: میں بھی ملتے ہیں۔ طبرانی نے ابن شہاب زہری سے روایت کیا ہے کہ:

"جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح فرمایا، اس وقت بھی ان کی کنیت ام المساکین تھی۔ یہ کنیت کثرت سے غربا اور مساکین کو کھانا کھلانے کی وجہ سے مشہور تھی۔"

بعض سوانح نگاروں نے ام المساکین کالقب ایک دوسری ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ سے منسوب کیا ہے، لیکن محققین اس کی تردید کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ سیرت کے تمام مصادر اور قرنِ اول کی تمام تاریخی کتابوں میں اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ کالقب تھا۔

فضائل:۔

آپؓ اُن صحابیات میں سے ہیں، جنہوں نے اپنی جانیں رسول اللہ ﷺ کے لیے ہبہ کر دی تھیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـٴْوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ-وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ (پ22،الاحزاب:51)

ترجمہ: پیچھے ہٹاؤ اب میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔

بخاری شریف میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر غیرت کرتی تھی جو اپنی جانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیتی تھیں۔ میں کہتی تھی: کیا عورت اپنی جان بخشتی ہے؟ پھر جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت اتاری تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کو نہیں دیکھتی مگر وہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ (بخاری ،ج3، ص303، حدیث:4788)

وفات:۔

حضور سید دو عالم ﷺ کی زوجیت میں آنے کے فقط آٹھ ماہ بعد ہی ربیع الآخر چار ہجری میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے آخرت کے سفر کا آغاز فرمایا۔ اس وقت آپؓ کی عمر مبارک 30 برس تھی۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور تدفین کی۔

درخت کا پتہ



رعنا دلبر

کہا جاتا ہے کہ ایک لڑکی اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور شدید بیماری میں مبتلا تھی۔

اس نے اپنی بڑی بہن سے، جو کھڑکی کے پاس موجود درخت کو دیکھ رہی تھی، پوچھا: "درخت پر کتنے پتے باقی ہیں؟"

بڑی بہن نے آنکھوں میں آنسو لیے جواب دیا: ''کیوں پوچھ رہی ہو، میری جان؟''

بیمار بچی نے جواب دیا: ''کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میرے دن آخری پتے کے گرنے کے ساتھ ختم ہو جائیں گے۔''

بڑی بہن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ''تو جب تک وہ وقت نہیں آتا، ہم اپنی زندگی کا لطف اٹھائیں گے اور خوبصورت دن گزاریں گے۔''

دن گزرتے گئے اور پتے گرتے گئے، اور آخر میں ایک پتہ رہ گیا۔

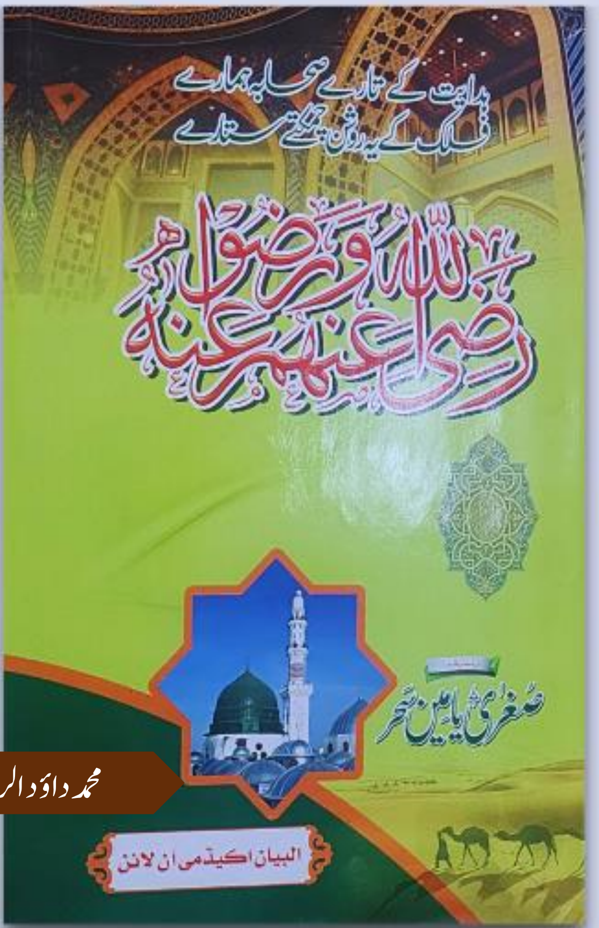
بیمار بچی اس پتے کو دیکھتی رہی، یہ سمجھتے ہوئے کہ جس دن یہ پتہ گرے گا، بیماری اس کی زندگی ختم کر دے گی۔

خزاں ختم ہو گئی، اس کے بعد سردی آئی اور سال گزر گیا لیکن وہ پتہ نہیں گرا۔

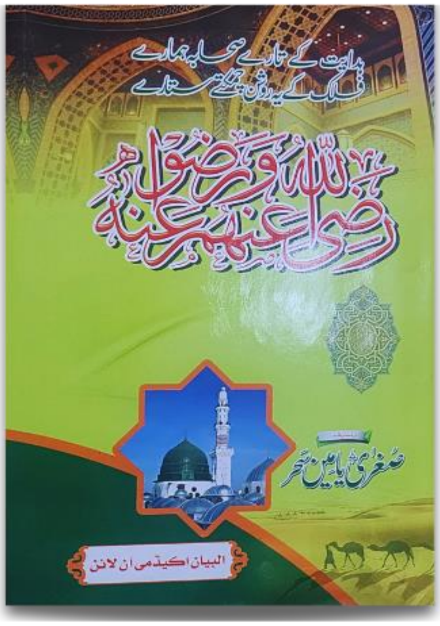
لڑکی اپنی بہن کے ساتھ خوش تھی اور آہستہ آہستہ صحت یاب ہو رہی تھی یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر ٹھیک ہو گئی۔

سب سے پہلا کام جو اس نے کیا، وہ یہ تھا کہ اس معجزاتی پتے کو دیکھنے گئی جو نہیں گرا تھا۔

تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک پلاسٹک کا پتہ تھا، جسے اس کی بہن نے درخت پر باندھ دیا تھا۔



محمد داؤد الرحمن علی



صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اسلام اور شریعتِ اسلام میں خاص مقام ہے۔ یہ ایک ایسی مقدس جماعت ہے جو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام اُمت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ایک واسطہ ہے۔ اس واسطہ کے بغیر اُمت کو قرآن کریم فرقان حمید بھی نہ پہنچ پاتا اور نہ قرآن کریم کے وہ مضامین مل پاتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے اور نہ ہی رسالت اور اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطہ کے بغیر علم ہو سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو دنیا کی ہر چیز حتیٰ کہ اپنی آل اولاد اور اپنی جان ومال سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کرکے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔

بہت سے شیوخ، علماء، مؤرخین نے ہر ایک صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضخیم کتابیں امت کے لیے تصنیف کیں کہ معلوم ہو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کیسی عظیم جماعت تھی کہ اس جیسی دنیا میں کوئی جماعت نہیں۔

زیر نظر کتاب "رضی اللہ عنھم ورضوعنہ" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خصوصیات، علم، اور صحابہؓ مختلف طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کی نظر میں کیسے تھے وہ تمام چیزیں اس کتاب کی زینت بنائی گئی ہیں۔ ایک عام انسان سے لیکر ایک عالم دین تک تمام احباب اس کتاب سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی مبارک پر یہ کتاب ایک بہترین کتاب ہے۔